تفسیر ابن کثیر

پارہ نمبر ۱۸

تفسیر سورة المومنون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾
وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ
فٰعِلُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا
مَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۚ﴿۶﴾

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع O

یقیناً ایمان داروں نے نجات حاصل کرلی O جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں O جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں O جو زکوۃ ادا کرنے والے ہیں O جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں O بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے۔ یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں O

دس آیتیں اور جنت کی ضمانت: ☆☆ (آیت: ۱-۶) نسائی' ترمذی' مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی' بھینی بھینی' ہلکی ہلکی سی آواز آپ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے- ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی- تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ نے قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی کہ اے اللہ تو ہمیں زیادہ کر' کم نہ کر' ہمارا اکرام کر' اہانت نہ کر' ہمیں انعام عطا فرما' محروم نہ رکھ- ہمیں دوسروں کے مقابلے میں فضیلت دے- ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما- ہم سے خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے- عربی کے الفاظ یہ ہیں- اَللّٰهُمَّ زِدۡنَا وَ لَا تَنۡقُصۡنَا وَ اَكۡرِمۡنَا وَ لَا تُهِنَّا وَ اَعۡطِنَا وَ لَا تَحۡرِمۡنَا وَ اٰثِرۡنَا وَ لَا تُؤۡثِرۡ عَلَیۡنَا وَ اَرۡضِنَا وَ اَرۡضَ عَنَّا پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں' جو ان پر جم گیا' وہ جنتی ہو گیا- پھر آپ نے مندرجہ بالا دس آیتیں تلاوت فرمائیں- امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں کیونکہ اس کا راوی صرف یونس بن سلیم ہے جو محدثین کے نزدیک معروف نہیں- نسائی میں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضور ﷺ کے عادات و اخلاق کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا' آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا پھر ان آیتوں کی یحافظون تک تلاوت فرمائی- اور فرمایا یہی حضرت ﷺ کے اخلاق تھے-

مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی اور اس میں درخت وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگائے تو اسے دیکھ کر فرمایا' کچھ بول- اس نے یہی آیتیں تلاوت کیں جو قرآن میں نازل ہوئیں- ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے- فرشتے اس میں جب داخل ہوئے' کہنے لگے' واہ واہ یہ تو بادشاہوں کی جگہ ہے- اور روایت میں ہے اس کا گارہ مشک کا تھا- اور روایت میں ہے کہ اس میں وہ وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی دل میں سمائیں- اور روایت میں ہے کہ جنت نے جب ان آیتوں کی تلاوت کی تو جناب باری نے فرمایا' مجھے اپنی بزرگی اور جلال کی قسم' تجھ میں بخیل ہرگز داخل نہیں ہو سکتا- اور حدیث میں ہے کہ اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے اور دوسری سرخ یاقوت کی اور تیسری سبز زبرجد کی' اس کا گارہ مشک کا ہے' اس کی گھاس زعفران ہے- اس روایت کے آخر میں ہے کہ اس حدیث کو بیان فرما کر حضور ﷺ نے آیت وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ پڑھی-

الغرض فرمان ہے کہ مومن مراد کو پہنچ گئے وہ سعادت پا گئے۔ انہوں نے نجات پالی۔ ان مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں خوف الٰہی رکھتے ہیں۔ خشوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ دل حاضر رکھتے ہیں۔ نگاہیں نیچی ہوتی ہیں۔ بازو جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی نگاہیں نیچی ہوگئیں سجدے کی جگہ سے اپنی نگاہ نہیں ہٹاتے تھے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ جائے نماز سے ادھر ادھر ان کی نظر نہیں جاتی تھی اگر کسی کو اس کے سوا عادت پڑ گئی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ بھی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے پس یہ خضوع وخشوع اسی شخص کو حاصل ہوسکتا ہے جس کا دل فارغ ہو خلوص حاصل ہو اور نماز میں پوری دلچسپی ہو اور تمام کاموں سے زیادہ اسی میں دل لگتا ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' مجھے خوشبو اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے (نسائی) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز کے وقت اپنی لونڈی سے کہا کہ پانی لاؤ نماز پڑھ کر راحت حاصل کروں تو سننے والوں کو ان کی یہ بات گراں گزری۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے۔ اے بلال اٹھو اور نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔

مومنوں کے اوصاف: ☆☆ پھر اور وصف بیان ہوا کہ وہ باطل' شرک' گناہ اور ہر ایک بیہودہ اور بے فائدہ قول وعمل سے بچتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا وہ لغویات سے بزرگانہ گزر جاتے ہیں وہ برائی اور بے سود کاموں سے اللہ کی روک کی وجہ سے رک جاتے ہیں۔ اور ان کا یہ وصف ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ادا کرتے ہیں۔ اکثر مفسرین یہی فرماتے ہیں لیکن اس میں ایک بات یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوتی ہے پھر مکی آیت میں اس کا بیان کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ تو مکہ میں ہی واجب ہو چکی تھی ہاں اس کی مقدار' مال کا نصاب وغیرہ یہ سب احکام مدینے میں مقرر ہوئے۔ دیکھئے سورہ انعام بھی مکیہ ہے اور اس میں یہی زکوٰۃ کا حکم موجود ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کے کٹنے والے دن اس کی زکوٰۃ ادا کر دیا کرو۔ ہاں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ مراد زکوٰۃ سے یہاں نفس کو شرک وکفر کے میل کچیل سے پاک کرنا ہو۔ جیسے فرمان ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا الخ' جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا' اس نے فلاح پالی۔ اور جس نے اسے خراب کرلیا' وہ نامراد ہوا۔ یہی ایک قول آیت وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ الخ میں بھی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں۔ یعنی زکوٰۃ نفس بھی اور زکوٰۃ مال بھی۔ فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو بھی پاک رکھے اور اپنے مال کی بھی زکوٰۃ دے واللہ اعلم۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ۚ۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ۙ۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ۘ۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ۙ۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

اس کے سوا جو اور ڈھونڈیں' وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں ○ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کیا کرتے ہیں ○ یہی وراث ہیں ○ جو فردوس کے وارث ہوں گے' جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ○

(آیت: ۷-۱۱) پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے دوسری عورتوں سے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں۔ یعنی حرام کاری سے بچتے ہیں۔ زنا' لواطت وغیرہ سے اپنے تئیں بچاتے ہیں۔ ہاں ان کی بیویاں جو اللہ نے ان پر حلال کی ہیں اور جہاد میں ملی ہوئی لونڈیاں جو ان پر حلال ہیں' ان کے ساتھ ملنے میں ان پر کوئی ملامت اور حرج نہیں۔ جو شخص ان کے سوا دوسرے طریقوں سے یا کسی دوسرے سے خواہش پوری کرے' وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے غلام کو لے لیا اور اپنی سند میں یہی آیت پیش کی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ کے سامنے اس معاملے کو پیش کیا۔ صحابہؓ نے فرمایا' اس نے غلط معنی مراد لئے' اس پر فاروق اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس غلام کا سر منڈوا کر جلاوطن کر دیا اور اس عورت سے فرمایا' اس کے بعد تو ہر مسلمان پر حرام ہے لیکن یہ اثر منقطع ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے اسے سوہ مائدہ کی تفسیر کے شروع میں وارد کیا ہے لیکن اس کے وارد کرنے کی موزوں جگہ یہی تھی۔ اسے عام مسلمانوں پر حرام کرنے کی وجہ اس کے ارادے کے خلاف اس کے ساتھ معاملہ کرنا تھا واللہ اعلم۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے موافقین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا خاص پانی نکال ڈالنا حرام ہے کیونکہ یہ بھی ان دونوں حلال صورتوں کے علاوہ ہے اور مشت زنی کرنے والا شخص بھی حد سے آگے گزر جانے والا ہے۔ امام حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جز میں ایک حدیث وارد کی ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔ اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ انہیں عالموں کے ساتھ جمع کرے گا۔ اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ توبہ کر لیں۔ توبہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی سے رجوع فرماتا ہے۔ ایک تو ہاتھ سے نکاح کرنے والا یعنی مشت زنی کرنے والا۔ اور اغلام بازی کرنے اور کرانے والا۔ اور نشے باز' شراب کا عادی اور اپنے ماں باپ کو مارنے پیٹنے والا یہاں تک کہ وہ چیخ و پکار کرنے لگیں۔ اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچانے والا یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت بھیجنے لگیں۔ اور اپنی پڑوسن سے بدکاری کرنے والا لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے واللہ اعلم۔

اور وصف ہے کہ وہ اپنی امانتیں اور اپنے وعدے پورے کرتے ہیں امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ امانت کی ادائیگی میں سبقت کرتے ہیں۔ وعدے پورے کرتے ہیں۔ اس کے خلاف عادتیں منافقوں کی ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے خلاف کرے۔ (۳) جب امانت دیا جائے خیانت کرے۔ پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ نمازوں کی ان کے اوقات پر حفاظت کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا گیا پھر؟ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا۔ پوچھا گیا پھر؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (بخاری و مسلم) حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' وقت' رکوع' سجدہ وغیرہ کی حفاظت مراد ہے۔ ان آیات پر دوبارہ نظر ڈالو۔ شروع میں بھی نماز کا بیان ہوا اور آخر میں بھی نماز کا بیان ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ نماز سب سے افضل ہے۔

حدیث شریف میں ہے' سیدھے سیدھے رہو اور تم ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے۔ جان لو کہ تمہارے تمام اعمال میں بہترین عمل نماز ہے۔ دیکھو وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔ ان سب صفات کو بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے دائمی وارث ہوں گے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے اللہ سے جب جنت مانگو' جنت الفردوس مانگو۔ وہ سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت ہے۔ وہیں سے جنت کی سب نہریں جاری ہوتی ہیں اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

(صحیحین) فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی دو دو جگہیں ہیں۔ ایک منزل جنت میں ایک جہنم میں جب کوئی دوزخ میں گیا تو اس کی منزل کے وارث جنتی بنتے ہیں۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنتی تو اپنی جنت کی جگہ سنوار لیتا ہے اور جہنم کی جگہ ڈھا دیتا ہے۔ اور دوزخی اس کے خلاف کرتا ہے۔ کفار جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے انہوں نے عبادت ترک کر دی تو ان کے لئے جو انعامات تھے وہ ان سے چھین کر سچے مومنوں کے حوالے کر دیئے گئے۔ اسی لئے انہیں وارث کہا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے کچھ مسلمان پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا اور انہیں بخش دے گا۔ اور سند سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی دے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے جہنم سے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ حدیث سنی تو راوی حدیث ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم دی انہوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر حدیث کو دہرا دیا۔ اسی جیسی آیت یہ بھی ہے۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا اسی جیسی آیت یہ بھی ہے۔ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں۔ بعض سلف کہتے ہیں کہ اس باغ کو جس میں انگور کی بیلیں ہوں واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴿۱۶﴾

یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے ○ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا ○ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا۔ پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا۔ پھر گوشت کے ٹکڑے میں ہم نے ہڈیاں پیدا کر دیں۔ پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا۔ پھر ایک اور ہی پیدائش میں پیدا کر دیا برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے اچھی پیدائش کرنے والا ہے ○ اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو ○ پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے ○

انسان کی پیدائش مرحلہ وار: ☆☆ (آیت:۱۲-۱۶) اللہ تعالیٰ انسانی پیدائش کی ابتدا بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا۔ مسند میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا جسے تمام زمین پر سے لیا تھا۔ پس اسی اعتبار سے اولاد آدم کے رنگ و روپ مختلف ہوئے۔ کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی سیاہ ہے کوئی اور رنگ کا ہے۔ ان میں نیک ہیں اور بد بھی ہیں۔ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ میں ضمیر کا مرجع جنس انسان کی طرف ہے جیسے ارشاد ہے وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ اور آیت میں ہے أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ پس انسان کے لئے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانا ہوتا ہے جہاں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا پانی ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل

کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے' پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا۔ پھر ان میں ہڈیاں بنادیں سر ہاتھ' پاؤں' ہڈی' رگ' پٹھے وغیرہ بنائے۔ پیٹھ کی ہڈی بنائی۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' انسان کا تمام جسم سڑ گل جاتا ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے۔ اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے۔ تاکہ وہ پوشیدہ اور قوی رہیں۔ پھر اس میں روح پھونکتا ہے جس سے وہ ہلنے جلنے چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے اور ایک جاندار انسان بن جائے۔ دیکھنے کی' سننے کی' سمجھنے کی اور حرکت وسکون کی قدرت عطا فرماتا ہے۔ وہ بابرکت اللہ سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین تین اندھیریوں میں اس میں روح پھونکتا ہے۔ یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے۔ پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جوان بن جاتا ہے۔ پھر ادھیڑ پن آتا ہے۔ پھر بوڑھا ہو جاتا ہے۔ پھر بالکل ہی بڈھا ہو جاتا ہے۔ الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر ان انقلابات کا آنا شروع ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

صادق ومصدوق آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم تعالیٰ چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں۔ روزی' اجل' عمل اور نیک یا بد برا یا بھلا ہونا پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی کا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آجاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا ہے اور جہنم رسید ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہو کر داخل فردوس بریں ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جمے ہوئے خون جیسی ہو جاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے اصحاب سے باتیں بیان کر رہے تھے کہ ایک یہودی آ گیا تو کفار قریش نے اس سے کہا' یہ نبوت کے دعوے دار ہیں' اس نے کہا' اچھا' میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا' مرد وعورت کے نطفے سے۔ مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے۔ اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔ اس نے کہا۔ آپ سچے ہیں اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ اے اللہ یہ نیک ہو گا یا بد؟ مرد ہو گا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے' وہ لکھ لیتا ہے اور عمل' عمر اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی۔ بزار کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' کہ اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے' اے اللہ اب نطفہ ہے' اے اللہ اب لوتھڑا ہے' اے اللہ اب گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب جناب باری اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے اللہ مرد ہو یا

عورت۔ شقی ہو یا سعید رزق کیا ہے؟ اجل کیا ہے؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں۔

ان سب باتوں اور اتنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ نکلا اور وہی پھر اترا۔ زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول کریم ﷺ اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے اور ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک لکھوا چکے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے ساختہ کہا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اسے سن کر اللہ کے نبی ﷺ ہنس دیئے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا' یا رسول اللہ ﷺ آپ کیسے ہنسے۔ آپؐ نے فرمایا' اس آیت کے خاتمے پر بھی یہی ہے۔ اس حدیث کی سند کا ایک راوی جابر جعفی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے اور یہ روایت بالکل منکر ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی مدینے میں تھے نہ کہ مکے میں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ بھی مدینے کا واقعہ ہے اور یہ آیت مکے میں نازل ہوئی ہے پس مندرجہ بالا روایت بالکل منکر ہے واللہ اعلم۔ اس پہلی پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن دوسری دفعہ پیدا کئے جاؤ گے پھر حساب کتاب ہو گا خیر و شر کا بدلہ ملے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں ○

آسمان کی پیدائش مرحلہ وار: ☆☆ (آیت: ۱۷) انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہو رہا ہے۔ جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی' بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے۔ سورہ الم سجدہ میں بھی اسی کا بیان ہے۔ جسے حضور ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں پہلے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا بیان ہے۔ پھر قیامت کا اور سزا و جزا کا ذکر ہے وغیرہ۔ سات آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے۔ جیسے فرمان ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا۔

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں۔ اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ اپنی مخلوق سے غافل نہیں۔ جو چیز زمین میں جائے' جو زمین سے نکلے' اللہ کے علم میں ہے۔ آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے' وہ جانتا ہے۔ جہاں بھی تم ہو' وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے۔ آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں پہاڑوں کی چوٹیاں' سمندروں' میدانوں' درختوں کی اسے خبر ہے۔ درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو۔ کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ نہ جانتا ہو۔ کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝۱۸ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۱۹ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝۲۰ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۱ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝۲۲ ع ۲

ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں- پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر ہیں ○ اسی پانی کے ذریعہ سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں کہ تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں- انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو ○ اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے ○ تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں- اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں- ان میں سے بعض بعض کو تم کھاتے بھی ہو ○ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو ○

آسمان سے نزول بارش: ☆☆ (آیت: ۱۸-۲۲) اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں- لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت وضرورت بارش برساتا ہے- نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار گل سڑ جائے- نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس انداز سے کہ کھیتی سرسبز رہے باغات ہرے بھرے رہیں- حوض' تالاب' نہریں ندیاں' نالے دریا بہہ نکلیں' نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی- یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے' زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہوتی ہے' کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی' وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے- جیسے کہ مصر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے- اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھنچ کر جاتی ہے جو حبشہ کے علاقہ میں ہوتی ہے- وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھہر جاتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں- سبحان اللہ اس لطیف وخبیر' غفور ورحیم اللہ کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں- زمین میں اللہ پانی کو ٹھہرا دیتا ہے- زمین میں اس کو چوس لینے اور جذب کر لینے کی قابلیت اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے- پھر فرماتا ہے' ہم اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں- اگر چاہیں شور' سنگلاخ زمین پر پہاڑوں اور بیکار بنوں میں برسا دیں- اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا- اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ پانی اوپر ہی اوپر تیرتا پھرے یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لئے بیکار ہو جائے- اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکو- یہ خاص اللہ کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا' عمدہ' ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے- پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر ادھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں- باغات الگ تیار ہوتے ہیں- خود پیتے ہو- اپنے

جانوروں کو پلاتے ہو۔ نہاتے دھوتے ہو۔ پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو فالحمدللہ۔

آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لئے روزیاں اگاتا ہے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں کہیں سرسبز باغ ہیں جو خوشنما اور خوش منظر ہونے کے علاوہ مفید اور فیض والے ہیں۔ کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لئے الگ الگ' طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کے حصول کے عوض اللہ کی شکرگزاری بھی کسی کے بس کی نہیں۔ بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور ان کے ذائقے سے بھی کھا کر فائدہ اٹھاتے ہو۔ پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا' طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے اردگرد کی پہاڑیاں۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے' طور نہیں کہیں گے۔ پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے' اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔ حدیث میں ہے' زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ' وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے (احمد) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپؓ نے انہیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا' یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کیا ہے۔ پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں' ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ وہ پیتے ہیں' ان کا گوشت کھاتے ہیں' ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں۔ ان پر سوار ہوتے ہیں۔ ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے۔ جیسے فرمان ہے اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ الخ' یاد نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں۔ ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں۔ کیا اب بھی ان پر ہماری شکرگزاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں۔ پھر تری کی سواریاں' کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۲۵﴾

یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم تقویٰ نہیں رکھتے؟ ○ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے۔ یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے' اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا۔ ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانوں میں سنا ہی نہیں ○ یقیناً اس شخص کو جنون ہے۔ پس تم اسے ایک وقت مقرر تک ڈھیل دو ○

نوح علیہ السلام اور متکبر وڈیرے: ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۵) نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف مبعوث

فرمایا- آپ نے ان میں جا کر پیغام ربانی پہنچایا کہ اللہ کی عبادت کرو- اس کے سوا تمہاری عبادت کا حقدار کوئی نہیں- تم اللہ کے سوا اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے بڑوں نے اور سرداروں نے کہا' یہ تو تم جیسا ہی ایک انسان ہے- نبوت کا دعویٰ کر کے تم سے بڑا بننا چاہتا ہے سرداری حاصل کرنے کی فکر میں ہے- بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آتی؟ اللہ کا ارادہ نبی بھیجنے کا ہوتا تو کسی آسمانی فرشتے کو بھیج دیتا- یہ تو ہم نے کیا ہمارے باپ دادوں نے بھی نہیں سنا کہ انسان اللہ کا رسول بن جائے- یہ تو کوئی دیوانہ شخص ہے کہ ایسے دعوے کرتا ہے اور ڈینگیں مارتا ہے- اچھا خاموش رہو- دیکھ لو- ہلاک ہو جائے گا-

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

نوح نے دعا کی اے میرے پالنے والے' ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر ○ تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو تو ہر قسم کا ایک ایک جوڑا اس میں رکھ لے اور اپنے اہل کو بھی مگر ان میں سے جس کی بابت ہماری بات پہلے گزر چکی ہے- خبردار جن لوگوں نے ظلم کیا ہے' اس کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کرنا' وہ تو سب ڈبوئے جائیں گے ○ جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر باطمینان بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی ○ اور کہنا کہ اے میرے رب' مجھے بابرکت اتارنا اتار اور تو ہی بہتر اتارنے والا ہے- یقیناً اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور ہم بے شک آزمائش کرنے والے ہیں ○

نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم: ☆☆ (آیت: ۲۶-۳۰) جب نوح علیہ السلام ان سے تنگ آ گئے اور مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پروردگار' میں لاچار ہو گیا ہوں' میری مدد فرما- جھٹلانے والوں پر مجھے غالب کر- اسی وقت فرمان ربانی آیا کہ کشتی بناؤ اور خوب مضبوط چوڑی چکلی- اس میں ہر قسم کا ایک ایک جوڑا رکھ لو- حیوانات' نباتات' پھل وغیرہ وغیرہ اور اسی میں اپنے اہل کو بھی بٹھا لو مگر جس پر اللہ کی طرف سے ہلاکت سبقت کر چکی ہے- جو ایمان نہیں لائے- جیسے آپ کی قوم کے کافر اور آپ کا لڑکا اور آپ کی بیوی واللہ اعلم- اور جب تم عذاب آسمانی بصورت بارش اور پانی آتا دیکھ لو' پھر مجھ سے ان ظالموں کی سفارش نہ کرنا- پھر ان پر رحم نہ کرنا نہ ان کے ایمان کی امید رکھنا- بس پھر تو یہ سب غرق ہو جائیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہو گا- اس کا پورا قصہ سورہ ہود کی تفسیر میں گزر چکا ہے- اس لئے ہم نہیں دہراتے- جب تو اور تیرے ساتھی مومن کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے

ہمیں ظالموں سے نجات دی۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے ہیں تا کہ تم سواری لے کر اپنے رب کی نعمت کو مانو اور سوار ہو کر کہو کہ وہ اللہ پاک ہے جس نے ان جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا ہے حالانکہ ہم میں خود اتنی طاقت نہ تھی۔ بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہی کہا اور فرمایا آؤ اس میں بیٹھ جاؤ' اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ پس شروع چلنے کے وقت بھی اللہ کو یاد کیا اور جب وہ ٹھہرنے لگی تب بھی اللہ کو یاد کیا اور دعا کی کہ الٰہی مجھے مبارک منزل پر اتارنا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ اس میں یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں انبیا کی تصدیق کی نشانیاں ہیں۔ اللہ کی الوہیت کی علامتیں ہیں۔ اس کی قدرت' اس کا علم اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یقیناً رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش اور ان کا پورا امتحان کر لیتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

ان کے بعد ہم نے اور بھی امتیں پیدا کیں ○ پھر ان میں خود ان میں سے ہی رسول بھی بھیجے کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' تم کیوں نہیں ڈرتے؟ ○ سرداران قوم نے جواب دیا جو کفر کرتے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں خوش حال کر رکھا تھا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے۔ تمہاری ہی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اور تمہارے پینے کا پانی ہی یہ بھی پیتا ہے ○ اگر تم نے اپنے جیسے ہی انسان کی تابعداری کر لی تو بے شک تم سخت خسارے والے ہو ○ کیا یہ تمہیں اس بات سے دھمکاتا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو تم پھر زندہ کئے جاؤ گے؟ نہیں نہیں ○ دور اور بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ○

عاد و ثمود کا تذکرہ: ☆☆ (آیت:۳۱-۳۶) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حضرت نوح نبی علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی امتیں آئیں۔ جیسے عاد جو ان کے بعد آئی یا ثمود قوم جن پر چیخ کا عذاب آیا تھا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے' ان میں بھی اللہ کے رسول علیہ السلام آئے۔ اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی تعلیم دی۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا' مخالفت کی' اتباع سے انکار کیا' محض اس بنا پر کہ یہ انسان ہیں۔ قیامت کو بھی نہ مانا' جسمانی حشر کے منکر بن گئے۔

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

یہ تو صرف زندگانی دنیا ہی ہے۔ ہم مرتے جیتے رہتے ہیں یہ نہیں کہ ہم پھر بھی اٹھائے جائیں ○ یہ تو وہ شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لیا ہے۔ ہم تو اس پر یقین لانے والے نہیں ہیں ○ نبی نے دعا کی کہ پروردگار ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر ○ جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی جلد اپنے کیے پر پچھتانے لگیں گے ○ بالآخر عدل کے تقاضے کے مطابق انہیں چیخ نے پکڑ لیا اور ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ کر ڈالا' پس ظالموں کے لئے دوری ہو جیو ○ ان کے بعد ہم نے اور بھی بہت سی امتیں پیدا کیں ○ نہ تو کوئی امت اپنی اجل سے آگے بڑھی اور نہ پیچھے رہی ○

(آیت: ۳۷-۴۱) اور کہنے لگے کہ یہ بالکل دور از قیاس ہے۔ بعث ونشر' حشر و قیامت کوئی چیز نہیں۔ اس شخص نے یہ سب باتیں از خود گھڑلی ہیں۔ ہم ایسی فضول باتوں کے ماننے والے نہیں۔ نبی علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر مدد طلب کی۔ اسی وقت جواب ملا کہ تیری ناموافقت ابھی ابھی ان پر عذاب بن کر برسے گی اور یہ آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے۔ آخر ایک زبردست چیخ اور بے پناہ چنگھاڑ کے ساتھ سب تلف کر دیئے گئے اور وہ مستحق بھی اسی کے تھے۔ تیز و تند آندھی اور پوری طاقت ور ہوا کے ساتھ ہی فرشتے کی دل دہلانے والی خوفناک آواز نے انہیں پارہ پارہ کر دیا' وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے' بھوسہ بن کر اڑ گئے۔ صرف مکانات کے کھنڈر ان گئے گزرے ہوئے لوگوں کی نشاں دہی کے لئے رہ گئے۔ وہ کوڑے کرکٹ کی طرح ناچیز محض ہو گئے۔ ایسے ظالموں کے لئے دوری ہے۔ ان پر رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہی کا کیا ہوا تھا جو ان کے سامنے آیا۔

پس اے لوگو! تمہیں بھی رسول ﷺ کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔

اکثریت ہمیشہ بدکاروں کی رہی: ☆☆ (آیت: ۴۲-۴۳) ان کے بعد بھی بہت سی امتیں اور مخلوق آئی جو ہماری پیدا کردہ تھی۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کی اجل جو قدرت نے مقرر کی تھی' اسے اس نے پوری کیا۔ نہ تقدیم ہوئی نہ تاخیر۔ پھر ہم نے پے در پے لگا تار رسول بھیجے۔ ہر امت میں پیغمبر آیا۔ اس نے لوگوں کو پیغام اللہ پہنچایا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو' اس کے ماسوا کسی کی پوجا نہ کرو۔ بعض راہ راست پر آ گئے اور بعض پر کلمہ عذاب راست آ گیا۔

تمام امتوں کی اکثریت نبیوں کی منکر رہی جیسے سورہ یٰسین میں فرمایا يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ افسوس ہے بندوں پر۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے‘ جس امت کے پاس اس کا رسول آیا‘ اس نے جھٹلایا۔ پس ہم نے ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیا اور انہیں افسانہ بنا دیا‘ ان لوگوں کو دوری ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے ○ پھر ہم نے موسیٰ کو اور اس کے بھائی کو اپنی آیتوں اور ظاہر غلبے کے ساتھ بھیجا ○ فرعون اور اس کے لشکروں کی طرف پس انہوں نے تکبر کیا اور تھے ہی وہ سرکش لوگ ○ کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں؟ حالانکہ خود ان کی قوم بھی ہماری ماتحت ہے ○ پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا۔ آخر وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں مل گئے ○ ہم نے تو موسیٰ کو کتاب بھی دے رکھی تھی کہ لوگ راہ راست پر آ جائیں ○

(آیت: ۴۴) ان کے پاس جو رسول آیا‘ انہوں نے اسے مذاق میں اڑایا۔ ہم نے یکے بعد دیگرے سب کو غارت اور فنا کر دیا وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کے بعد بھی ہم نے کئی ایک بستیاں تباہ کر دیں۔ انہیں ہم نے پرانے افسانے بنا دیا‘ وہ نیست و نابود ہو گئے اور قصے ان کے باقی رہ گئے۔ بے ایمانوں کے لئے رحمت سے دوری ہے۔

دریا برد فرعون: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون کے پاس پوری دلیلوں اور زبردست معجزوں کے ساتھ بھیجا۔ لیکن انہوں نے بھی سابقہ کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب و مخالفت کی۔ اور سابقہ کفار کی طرح یہی کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی نبوت کے قائل نہیں۔ ان کے دل بھی بالکل ان جیسے ہی ہو گئے۔ بالآخر ایک ہی دن میں ایک ساتھ سب کو اللہ تعالیٰ نے دریا برد کر دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات ملی۔ دوبارہ مومنوں کے ہاتھوں کافر ہلاک کئے گئے۔ جہاد کے احکام اترے۔ اس طرح عام عذاب سے کوئی امت فرعون اور قوم فرعون یعنی قبطیوں کے بعد ہلاک نہیں ہوئی۔ ایک اور آیت میں فرمان ہے‘ گذشتہ امتوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے بصیرت و ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾

ع ۱۸

ہم نے ابن مریم کو اور اس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو بلند صاف قرار والی اور جاری پانی والی جگہ میں پناہ دی O اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو' تم جو کچھ کر رہے ہو' اس سے میں بخوبی واقف ہوں O یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں۔ پس تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو O

ربوہ کے معنی: ☆☆ (آیت: ۵۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی ایک زبردست نشانی بنایا۔ آدمؑ کو مرد وعورت بغیر پیدا کیا۔ حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا' عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیا۔ بقیہ تمام انسانوں کو مرد وعورت سے پیدا کیا۔ رَبْوَۃٍ کہتے ہیں' بلند زمین کو جو ہری اور پیداوار کے قابل ہو۔ وہ جگہ گھانس پانی والی' تروتازہ اور ہری بھری تھی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس غلام اور نبی کو اور ان کی والدہ کو جو اللہ کی بندی اور لونڈی تھیں جگہ دی تھی۔ وہ جاری پانی والی صاف ستھری ہموار زمین تھی۔ کہتے ہیں' یہ ٹکڑا مصر کا تھا یا دمشق کا یا فلسطین کا۔ رَبْوَۃٍ ریتلی زمین کو بھی کہتے ہیں چنانچہ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ تیرا انتقال ربوہ میں ہوگا۔ وہ ریتلی زمین میں فوت ہوئے۔ ان تمام اقوال میں زیادہ قریب قول وہ ہے کہ مراد اس سے نہر ہے جیسے اور آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا تیرے رب نے تیرے قدموں تلے ایک جاری نہر بہا دی ہے۔ پس یہ مقام بیت المقدس کا مقام ہے تو گویا اس آیت کی تفسیر یہ آیت ہے اور قرآن کی تفسیر اولاً قرآن سے پھر حدیث سے پھر آثار سے کرنی چاہئے۔

اکل حلال کی فضیلت: ☆☆ (آیت: ۵۱-۵۲) اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتا ہے کہ وہ حلال لقمہ کھائیں اور نیک اعمال بجالایا کریں۔ پس ثابت ہوا کہ لقمہ حلال عمل صالح کا مددگار ہے۔ پس انبیاء نے سب بھلائیاں جمع کر لیں۔ قول وفعل دلالت' نصیحت سب انہوں نے سمیٹ لی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے سب بندوں کی طرف سے نیک بدلے دے۔ یہاں کوئی رنگ مزہ بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ حلال چیزیں کھاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے بننے کی اجرت میں سے کھاتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے' کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ لوگوں نے پوچھا' آپ سمیت؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں میں بھی چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اور حدیث میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کا کھایا کرتے تھے۔

صحیحین کی حدیث میں ہے اللہ کو سب سے زیادہ پسند روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ قیام داؤد علیہ السلام کا قیام ہے۔ آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات نماز تہجد پڑھتے تھے اور چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے تھے۔ میدان جنگ میں کبھی پیٹھ نہ دکھاتے۔ ام عبداللہ بنت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ شام کے وقت بھیجا تا کہ آپ اس سے اپنا روزہ افطار کریں دن کا آخری حصہ تھا اور دھوپ کی تیزی تھی تو آپؐ نے قاصد کو واپس کر دیا کہ اگر تیری بکری کا ہوتا تو خیر اور بات تھی۔ انہوں نے پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ دودھ اپنے مال سے خرید کیا ہے۔ پھر آپؐ نے پی لیا۔ دوسرے دن مائی صاحبہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ اس گرمی میں میں نے دودھ بھیجا۔ بہت دیر سے بھیجا تھا۔ آپ نے میرے قاصد کو واپس کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا' ہاں مجھے یہی فرمایا گیا ہے۔ انبیاء صرف حلال کھاتے ہیں اور صرف نیک عمل کرتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے' آپؐ نے فرمایا لوگو اللہ تعالیٰ پاک ہے' وہ صرف پاک کو ہی قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ اے رسولو! پاک چیز کھاؤ اور نیک کام کرو۔ میں تمہارے اعمال کا عالم ہوں۔ یہی حکم ایمان والوں کو دیا کہ اے ایماندارو جو حلال چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں' انہیں کھاؤ۔ پھر آپؐ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے' پراگندہ بالوں والا'

غبار آلود چہرے والا ہوتا ہے لیکن کھانا' پینا' پہننا حرام کا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے رب اے رب کہتا ہے لیکن ناممکن ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔ پھر فرمایا' اے پیغمبرو! تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے ایک ہی ملت ہے یعنی اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی عبادت کی طرف دعوت دینا۔ اسی لئے اسی کے بعد فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ پس مجھ سے ڈرو۔ سورۂ انبیاء میں اس کی تفسیر وتشریح ہو چکی ہے اُمَّةً وَّاحِدَةً پر نصب حال ہونے کی وجہ ہے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَــيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

پھر انہوں نے خود ہی اپنے امر کے اپنے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے۔ ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے' اسی پر اترا رہا ہے ○ پس تو بھی انہیں ان کی غفلت میں ہی کچھ مدت پڑا رہنے دے ○ کیا یہ یوں سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم جو بھی ان کے مال واولاد بڑھا رہے ہیں ○ وہ ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں' نہیں نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں ○

(آیت:۵۴-۵۶) جن امتوں کی طرف حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے تھے' انہوں نے اللہ کے دین کے ٹکڑے کر دیئے اور جس گمراہی پر اڑ گئے' اسی پر نازاں وفرحاں ہو گئے اس لئے کہ اپنے نزدیک اسی کو ہدایت سمجھ بیٹھے۔ پس بطور ڈانٹ کے فرمایا' انہیں ان کے بھکنے بھٹکنے میں ہی چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ان کی تباہی کا وقت آ جائے۔ کھانے پینے دیجئے' مست و بے خود ہونے دیجئے۔ ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔ کیا یہ مغرور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو مال واولاد انہیں دے رہے ہیں' وہ ان کی بھلائی اور نیکی کی وجہ سے ان کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں یہ تو انہیں دھوکا لگا ہے۔ یہ اس سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم جیسے یہاں خوش حال ہیں۔ وہاں بھی بے سزا رہ جائیں گے۔ یہ محض غلط ہے۔ جو کچھ انہیں دنیا میں ہم دے رہے ہیں' وہ تو صرف ذرا سی دیر کی مہلت ہے لیکن یہ بے شعور ہیں۔ یہ لوگ اصل تک پہنچے ہی نہیں۔ جیسے فرمان ہے۔ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ الخ' تجھے ان کے مال واولاد دھوکے میں نہ ڈالیں اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ اس سے انہیں دنیا میں عذاب کرے۔ اور آیت میں ہے' یہ ڈھیل صرف اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اور بڑھ جائیں۔ اور جگہ ہے مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے۔ ہم انہیں اس طرح بتدریج پکڑیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو۔ اور آیتوں میں فرمایا ہے ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا یعنی مجھے اور اسے چھوڑ دے جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور بہ کثرت مال دیا ہے اور ہمہ وقت موجود فرزند دیئے ہیں اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا ہے پھر اسے ہوس ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں' ہرگز نہیں وہ ہماری باتوں کا مخالف ہے۔ اور آیت میں ہے وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا الخ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں مجھ سے قربت نہیں دے سکتیں۔ مجھ سے قریب تو وہ ہے جو ایماندار اور نیک عمل ہو۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے اخلاق بھی تم میں اسی طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح روزیاں تقسیم فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت نہ رکھے۔ ہاں دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے

پوری محبت رکھتا ہو۔ پس جسے اللہ دین دے، سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بےفکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایذاؤں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دھوکے بازی، ظلم وغیرہ، سنو جو بندہ حرام مال حاصل کر لے اس کے خرچ میں برکت نہیں ہوتی۔ اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ جو چھوڑ کر جاتا ہے، وہ اس کا جہنم کا توشہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا، ہاں برائی کو بھلائی سے رفع کرتا ہے۔ خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾ اُولٰۤئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾

یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں ○ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ○ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ○ اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں ○

مومن کی تعریف: ☆☆ (آیت: ۵۷-۶۱) فرمان ہے کہ احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھرتھرانا اور کانپتے رہنا، یہ ان کی صفت ہے۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن نیکی اور خوف الٰہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بےخوف ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شرعی اور فطری آیات اور نشانیوں پر یقین رکھتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھیں، اللہ کی قدرت، قضا اور شرع کا انہیں کامل یقین تھا۔ اللہ کے ہر امر کو وہ محبوب رکھتے ہیں اللہ کے منع کردہ ہر کام کو وہ ناپسند رکھتے ہیں۔ ہر خبر کو وہ سچ مانتے ہیں۔ وہ موحد ہوتے ہیں۔ شرک سے بیزار رہتے ہیں، اللہ کو واحد اور بےنیاز جانتے ہیں، اسے بےاولاد اور بیوی کے بغیر مانتے ہیں، بےنظیر اور بےکفو سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اللہ کے نام پر خیراتیں کرتے ہیں لیکن خوف زدہ رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو قبول نہ ہوئی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جن سے زنا، چوری اور شراب خواری ہو جاتی ہے لیکن ان کے دل میں خوف الٰہی ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے صدیق کی لڑکی یہ وہ نہیں بلکہ یہ وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، صدقے کرتے ہیں لیکن قبول نہ ہونے سے ڈرتے ہیں، یہی ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں (ترمذی) اس آیت کی دوسری قرات یَاْتُوْنَ مَآ اَتَوْا بھی ہے یعنی کرتے ہیں جو کرتے ہیں لیکن دل ان کے ڈرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ابو عاصم گئے آپ نے مرحبا کہا اور کہا برابر آتے کیوں نہیں ہو؟ جواب دیا اس لئے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو۔ لیکن آج میں ایک آیت کے الفاظ کی تحقیق کے لئے حاضر ہوا ہوں یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا ہیں یا یَاْتُوْنَ مَا اَتَوْا ہیں؟ آپ نے فرمایا، کیا ہونا تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے؟ میں نے کہا، آخر کے الفاظ اگر ہوں تو گویا میں نے ساری دنیا پالی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ خوشی مجھے ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تم خوش ہو جاؤ۔ بخدا میں نے اسی طرح انہی الفاظ کو پڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے۔ اس کا ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف ہے۔ ساتوں مشہور قراتوں اور جمہور کی قرات میں وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے اور معنی کی

روسے بھی زیادہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہیں سابق قرار دیا ہے اور اگر دوسری قرأت کو لیں تو یہ سابق نہیں بلکہ - واللہ اعلم-

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے - ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے - ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا ○ بلکہ ان کے دل اس طرف سے غفلت میں ہیں اور ان کے لئے اس کے سوا بھی بہت سے اعمال ہیں ○ جنہیں وہ کرنے والے ہیں ○ یہاں تک کہ ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا تو وہ گریہ وزاری کرنے لگے - آج مت چلاؤ یقیناً تم ہمارے مقابلہ پر مدد نہ کئے جاؤ گے ○ میری آیتیں تو تمہارے سامنے پڑھی جایا کرتی تھیں - پھر بھی تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے بھاگتے تھے ○ اکڑتے اینٹھتے افسانہ گوئی کرتے اسے چھوڑ دیتے تھے ○

آسان شریعت: ☆☆ (آیت: ۶۲-۶۷) اللہ تعالیٰ نے شریعت آسان رکھی ہے - ایسے احکام نہیں دیئے جو انسانی طاقت سے خارج ہوں - پھر قیامت کے دن وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا جو سب کے سب کتابی صورت میں لکھے ہوئے موجود ہوں گے - یہ نامہ اعمال صحیح صحیح طور پر ان کا ایک ایک عمل بتا دے گا - کسی طرح کا ظلم کسی پر نہ کیا جائے گا - کوئی نیکی کم نہ ہوگی ہاں اکثر مومنوں کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی - لیکن مشرکوں کے دل قرآن سے بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں - اس کے سوا ان کی اور بداعمالیاں بھی ہیں جیسے شرک وغیرہ جسے یہ دھڑلے سے کر رہے ہیں - تاکہ ان کی برائیاں انہیں جہنم سے دور نہ رہنے دیں - چنانچہ وہ حدیث گزر چکی جس میں فرمان ہے کہ انسان نیکی کے کام کرتے کرتے جنت سے صرف ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے جو اس پر تقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور بداعمالیاں شروع کر دیتا ہے - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم واصل ہو جاتا ہے - یہاں تک کہ جب ان میں سے آسودہ حال دولت مند لوگوں پر عذاب الٰہی آ پڑتا ہے تو اب وہ فریاد کرنے لگتے ہیں - سورہ مزمل میں فرمان ہے کہ مجھے اور ان مالدار جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے انہیں کچھ مہلت اور دیجئے ہمارے پاس بیڑیاں بھی ہیں اور جہنم بھی ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا ہے اور دردناک سزا ہے - اور آیت میں ہے وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ یعنی ہم نے ان سے پہلے اور بھی بہت سی بستیوں کو تباہ کر دیا اس وقت انہوں نے واویلا شروع کیا جب کہ وہ محض بے سود تھا - یہاں فرماتا ہے' آج تم کیوں شور مچا رہے ہو؟ کیوں فریاد کر رہے ہو؟ کوئی بھی تمہیں آج کام نہیں آ سکتا' تم پر عذاب الٰہی آ پڑے - اب چیخنا چلانا سب بے سود ہے - کون ہے جو میرے عذابوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے؟

پھر ان کا ایک بڑا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ میری آیتوں کے منکر تھے - انہیں سنتے تھے اور ٹال جاتے تھے' بلائے جاتے تھے لیکن انکار کر دیتے تھے' توحید کا انکار کرتے تھے' شرک پر عقیدہ رکھتے تھے - حکم تو بلند و برتر اللہ ہی کا چلتا ہے - مُسْتَكْبِرِيْنَ دال ہے' ان کے حق سے ہٹنے اور حق کا انکار کرنے سے - آیت ہے کہ یہ اس وقت تکبر کرتے تھے اور حق اور اہل حق کو حقیر سمجھتے تھے - اس معنی کی رو سے یہ کہ ضمیر کا مرجع یا

تو حرم ہے یعنی مکہ کہ یہ اس میں بیہودہ بکواس لکھتے تھے یا قرآن ہے جسے یہ مذاق میں اڑاتے تھے۔ کبھی شاعری کہتے تھے' کبھی کہانت وغیرہ یا خود آنحضرت ﷺ ہیں کہ راتوں کو بیکار بیٹھے ہوئے اپنے گپ شپ میں حضور ﷺ کو کبھی شاعر کہتے' کبھی کاہن کہتے' کبھی جادوگر کہتے' کبھی جھوٹا کہتے' کبھی مجنوں بتلاتے۔ حالانکہ حرم اللہ کا گھر ہے' قرآن اللہ کا کلام ہے حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جنہیں اللہ نے اپنی مدد پہنچائی اور مکے پر قابض کیا۔ ان مشرکین کو وہاں سے ذلیل و پست کر کے نکالا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کی وجہ سے فخر کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں حالانکہ یہ خیال محض وہم تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین قریش بیت اللہ پر فخر کرتے تھے۔ اپنے تئیں اس کا مہتمم اور متولی بتلاتے تھے حالانکہ نہ اسے آباد کرتے تھے نہ اس کا صحیح ادب کرتے تھے۔ امام ابن ابی حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں پر بہت کچھ لکھا ہے۔ حاصل سب کا یہی ہے۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ۭ

کیا انہوں نے اس بات میں غور و فکر ہی نہیں کیا یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آیا تھا ○ یا انہوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں ○ یا یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لایا ہے ہاں ان میں کے اکثر حق سے چڑنے والے ہیں ○ اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے' حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں ○

قرآن کریم سے فرار: ☆☆ (آیت: ۶۸-۷۱) اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس فعل پر اظہار کر رہا ہے جو وہ قرآن کے نہ سمجھنے اور اس میں غور و فکر نہ کرنے میں کر رہے تھے اور اس سے منہ پھیر لیتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے ان پر اپنی وہ پاک اور برتر کتاب نازل فرمائی تھی جو کسی نبی پر نہیں اتاری گئی' یہ سب سے اکمل' اشرف اور افضل کتاب ہے۔ ان کے باپ دادے جاہلیت میں مرے تھے جن کے ہاتھوں میں کوئی آسمانی کتاب نہ تھی۔ ان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔ تو انہیں چاہئے تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی مانتے' کتاب اللہ کی قدر کرتے اور دن رات اس پر عمل کرتے جیسے کہ ان میں کے سمجھداروں نے کیا کہ وہ مسلمان متبع رسول ہو گئے اور اپنے اعمال سے اللہ کو راضی رضامند کر دیا۔ افسوس کفار نے عقلمندی سے کام نہ لیا۔ قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ کر ہلاک ہو گئے۔ کیا یہ لوگ محمد ﷺ کو جانتے نہیں؟ کیا آپ کی صداقت' امانت' دیانت انہیں معلوم نہیں؟ آپ تو انہی میں پیدا ہوئے' انہی میں پلے' انہی میں بڑے ہوئے پھر کیا وجہ ہے کہ آج اسے جھوٹا کہنے لگے جسے اس سے پہلے سچا کہتے تھے دو غلے ہو رہے تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش نجاشی رحمتہ اللہ علیہ سے سر دربار یہی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب' جس کی صداقت' جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا۔ ابو سفیان صخر بن حرب

نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا جب کہ سر دربار اس نے ان سے اوران کے ساتھیوں سے پوچھا تھا- حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انہیں آپ کی صداقت' امانت' دیانت' سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا- کہتے تھے کہ اسے جنون ہے یا اس نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں- حقیقت صرف یہ ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں- یہ قرآن پر نظریں نہیں ڈالتے اور جو زبان پر آتا ہے' بک دیتے ہیں- قرآن تو وہ کلام ہے جس کی مثل اور نظیر سے ساری دنیا عاجز آ گئی- باوجود سخت مخالفت کے اور باوجود پوری کوشش اور انتہائی مقابلے کے کسی سے نہ بن پڑا کہ اس جیسا قرآن خود بنا لیتا یا سب کی مدد لے کر اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاتا- یہ تو سراسر حق ہے اور انہیں حق سے چڑ ہے پچھلا جملہ حال ہے- اور ہو سکتا ہے کہ خبر یہ مستانفہ ہو واللہ اعلم-

مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص سے فرمایا' مسلمان ہو جا اس نے کہا اگرچہ مجھے یہ ناگوار ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ ناگوار ہو- ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کو راستے میں ملا- آپ نے اس سے فرمایا' اسلام قبول کر اسے یہ برا محسوس ہوا- اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا- آپ نے فرمایا' دیکھو اگر تم کسی غیر آباد خطرناک غلط راستے پر چلے جا رہے ہو اور تمہیں ایک شخص ملے جس کے نام نسب سے جس کی سچائی اور امانت داری سے تم بخوبی واقف ہو' وہ تم سے کہے کہ اس راستے پر چلو جو وسیع' آسان' سیدھا اور صاف ہے' بتاؤ تم اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو گے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ضرور- آپ نے فرمایا بس تو یقین مانو قسم اللہ کی تم اس دنیوی سخت دشوار گزار اور خطرناک راہ سے بھی زیادہ بری راہ پر ہو اور میں تمہیں سیدھی راہ کی دعوت دیتا ہوں میری مان لو- مذکور ہے کہ ایک اور ایسے ہی شخص سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا' جب کہ اس نے دعوت اسلام کا برا منایا کہ بتا تو' اگر تیرے دو ساتھی ہوں' ایک تو سچا امانت دار دوسرا جھوٹا خیانت پیشہ' بتاؤ تو تم کس سے محبت کرو گے؟ اس نے کہا سچے امین سے فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب کے نزدیک ہو- حق سے مراد بقول سدی رحمتہ اللہ علیہ خود اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہی کی مرضی کے مطابق شریعت مقرر کرتا تو زمین و آسمان بگڑ جاتے جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا' ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص کے اوپر یہ قرآن کیوں نہ اترا؟ اس کے جواب میں فرمان ہے کہ کیا اللہ کی رحمت کی تقسیم ان کے ہاتھوں میں ہے؟ اور آیت میں ہے کہ اگر رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک یہ ہوتے تو یہ اپنی بخیلی کی وجہ سے دنیا کو ترسا دیتے اور آیت میں ہے کہ اگر انہیں ملک کے کسی حصہ کا مالک بنا دیا گیا ہوتا تو یہ تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پر کھاتے- پس ان آیتوں میں جناب باری تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انسانی دماغ مخلوق کے انتظام کی قابلیت میں نااہل ہے- یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس کی صفتیں' اس کے فرمان' اس کے افعال' اس کی شریعت' اس کی تقدیر' اس کی تدبیر تمام مخلوق کو حاوی ہے اور تمام مخلوق کی حاجت بر آری اور ان کی مصلحت کے مطابق ہے- اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ پالنہار ہے- پھر فرمایا' اس قرآن کو ان کی نصیحت کے لئے ہم لائے اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں-

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ یاد رکھ کہ تیرے رب کی اجرت بہت ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے ○ یقیناً تو تو انہیں راہ راست کی طرف بلا

رہا ہے ○ بیشک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے' وہ سیدھے راستے سے مڑ جانے والے ہیں ○ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو یہ تو اپنی سرکشی میں جم کر اور بھکنے لگیں ○

(آیت:۷۲-۷۵) پھر ارشاد ہے کہ تو تبلیغ قرآن پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتا- تیری نظریں اللہ پر ہیں- وہی تجھے اس کا اجر دے گا- جیسے فرمایا' جو بدلہ میں تم سے مانگوں' وہ بھی تمہیں ہی دیا' میں تو اجر کا طالب صرف اللہ سے ہی ہوں- ایک آیت میں ہے حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ اعلان کر دو کہ نہ میں کوئی بدلہ چاہتا ہوں نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں- اور جگہ ہے' کہہ دے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا- صرف قرابت داری کی محبت کا خواہاں ہوں- سورہ یٰسین میں ہے کہ شہر کے دور کے کنارے سے جو شخص دوڑا ہوا آیا' اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! نبیوں کی اطاعت کرو جو تم سے کسی اجر کے خواہاں نہیں- یہاں فرمایا' وہی بہترین رزاق ہے- تو لوگوں کو صحیح راہ کی طرف بلا رہا ہے-

مسند امام احمد میں ہے' حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے جو دو فرشتے آئے ایک آپ کی پائنتیوں میں بیٹھا' دوسرا سر کی طرف' پہلے نے دوسرے سے کہا' ان کی اور دوسروں کی امت کی مثالیں بیان کر واس نے کہا ان کی مثال ان مسافروں کے قافلے کی مثل ہے جو ایک بیابان چٹیل میدان میں تھے ان کے پاس نہ توشہ تھا نہ دانہ پانی' نہ آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت- حیران تھے کہ کیا ہوگا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی ایک شریف انسان عمدہ لباس پہنے ہوئے آ رہا ہے اس نے آتے ہی ان کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہا مانو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں پھلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچا دوں- سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے انہیں فی الواقع ہرے بھرے تر و تازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا- یہاں ان لوگوں نے بے روک ٹوک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے موٹے تازے ہو گئے- ایک دن اس نے کہا' دیکھو میں تمہیں اس ہلاکت و افلاس سے بچا کر یہاں لایا اور اس فارغ البالی میں پہنچایا- اب اگر تم میری مانو تو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس سے بھی زیادہ لہر دار نہروں کی طرف لے چلوں اس پر ایک جماعت تو تیار ہو گئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن دوسری جماعت نے کہا' ہمیں اور زیادہ کی ضرورت نہیں- یہیں رہ پڑے-

ابو یعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں اپنی بانہوں میں سمیٹ کر تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر جہنم سے روک رہا ہوں- لیکن تم پرنالوں اور برساتی کیڑوں کی طرح میرے ہاتھوں سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گر رہے ہو' کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں؟ سنو میں تو حوض کوثر پر بھی تمہارا پیشوا اور میر سامان ہوں- وہاں تم اکا دکا اور گروہ گروہ بن کر میرے پاس آؤ گے- میں تمہیں تمہاری نشانیوں' علامتوں اور ناموں سے پہچان لوں گا جیسے کہ ایک نو وارد انجان آدمی اپنے اونٹوں کو دوسروں کے اونٹوں سے تمیز کر لیتا ہے- میرے دیکھتے ہوئے تم میں سے بعض کو بائیں طرف والے عذاب کے فرشتے پکڑ کر لے جانا چاہیں گے تو میں جناب باری تعالیٰ میں عرض کروں گا کہ الٰہی یہ میری قوم کے' میری امت کے لوگ ہیں- پس جواب دیا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالیں تھیں؟ یہ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل لوٹتے ہی رہتے- میں انہیں بھی پہچان لوں گا جو قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری لئے ہوئے آئے گا جو بکری چیخ رہی ہوگی وہ میرا نام لے کر آوازیں دے رہا ہوگا لیکن میں اس سے صاف کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے سامنے تجھے کچھ کام نہیں آ سکتا میں نے تو اللہ کی باتیں پہنچا دی تھیں- اسی طرح کوئی ہوگا جو اونٹ کو لئے ہوئے آئے گا جو بلبلا رہا ہوگا- ندا کرے گا کہ اے محمد ﷺ' اے محمد ﷺ! میں کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے ہاں تیرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تو حق بات تمہیں پہنچا دی تھی- بعض آئیں

گے جن کی گردن پر گھوڑا سوار ہوگا جو ہنہنا رہا ہوگا وہ بھی مجھے آواز دے گا اور میں یہی جواب دوں گا۔ بعض آئیں گے اور مشکیں لادے ہوئے پکاریں گے یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ! میں کہوں گا تمہارے کسی معاملہ سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں تو تم تک حق بات پہنچا چکا تھا۔ امام علی بن مدینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اسی حدیث کی سند ہے تو حسن لیکن اس کا ایک راوی حفص بن حمید مجہول ہے لیکن امام یحییٰ بن ابی معین نے اسے صالح کہا ہے اور نسائی اور ابن حبان نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ آخرت کا یقین نہ رکھنے والے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں جب کوئی شخص سیدھی راہ سے ہٹ گیا تو عرب کہتے ہیں نَکِبَ فُلَانٌ عَنِ الطَّرِیْقِ۔ ان کے کفر کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سے سختی کو ہٹا دے' انہیں قرآن سنا اور سمجھا بھی دے تو بھی یہ اپنے کفر وعناد سے سرکشی اور تکبر سے باز نہ آئیں گے۔ جو کچھ نہیں ہوا' وہ جب ہوگا تو کس طرح ہوگا' اس کا علم اللہ کو ہے۔ اس لئے اور جگہ ارشاد فرما دیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انہیں اپنے احکام سناتا اگر انہیں سناتا بھی تو وہ منہ پھیرے ہوئے اس سے گھوم جاتے یہ تو جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر ہی یقین کریں گے اور اس وقت کہیں گے کاش کہ ہم لوٹا دیئے جاتے اور رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور یقین مند ہو جاتے۔ اس سے پہلے جو چھپا تھا' وہ اب کھل گیا بات یہ ہے کہ اگر یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر سے منع کردہ کاموں کی طرف لوٹ آئیں گے۔ پس یہ وہ بات ہے جو ہوگی نہیں لیکن اگر ہو تو کیا ہو؟ اسے اللہ جانتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لَوْ سے جو جملہ قرآن کریم میں ہے' وہ کبھی واقع ہونے والا نہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾

ہم نے انہیں عذاب میں بھی پکڑا۔ تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی ○ یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اسی وقت فوراً مایوس ہوگئے ○ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے' مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ○

جرائم کی سزا پانے کے باوجود نیک نہ بن سکے: ☆☆ (آیت: ۷۶-۷۸) فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ان کی برائیوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا لیکن تاہم نہ تو انہوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ اللہ کی طرف جھکے بلکہ کفر وضلالت پر اڑے رہے۔ نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف متوجہ ہوئے نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَلَوْلَآ اِذْجَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا الخ ہمارا عذاب دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے جو قریشیوں پر حضور ﷺ کے نہ ماننے کے صلے میں آئی تھی۔ جس کی شکایت لے کر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے اور آپ کو اللہ کی قسمیں دے کر رشتے داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو اب لید اور خون کھانے لگے ہیں۔ (نسائی) صحیحین میں ہے کہ قریش کی شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ نے ان پر بددعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی' ایسے ہی قحط سے الٰہی تو ان پر میری مدد فرما۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ کو قید کر دیا گیا' ایک نوعمر شخص نے کہا' میں آپ کو جی بہلانے کے لئے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا ''اس وقت ہم عذاب الٰہی میں ہیں اور قرآن نے ان کی شکایت کی ہے جو ایسے وقت بھی اللہ کی طرف نہ

جھکیں'۔ پھر آپ نے تین روزے برابر رکھے ان سے سوال کیا گیا کہ یہ بیچ میں افطار کئے بغیر کے روزے کیسے؟ تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز ادھر سے ہوئی یعنی قید تو ایک نئی چیز ہم نے کی یعنی زیادتی عبادت۔ یہاں تک کہ حکم الٰہی آ پہنچا اچانک وقت آ گیا اور جس عذاب کا وہم و گمان بھی نہ تھا وہ آ پڑا تو تمام خیر سے مایوس ہو گئے' آس ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ رہ گئے۔ اللہ کی نعمتوں کو دیکھو۔ اس نے کان دیئے' آنکھیں دیں' دل دیا' عقل و فہم عطا فرمائی کہ غور و فکر کر سکو۔ اللہ کی وحدانیت کو' اس کے اختیار کو سمجھ سکو۔ لیکن جیسے جیسے نعمتیں بڑھیں' شکر کم ہوئے۔ جیسے فرمان ہے تو گو حرص کرے لیکن ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے ○ یہ وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور رات دن کے رد و بدل کا مختار بھی وہی ہے۔ کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں؟ ○ بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے آئے ○ کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے' کیا پھر بھی ہم کھڑے کئے جانے والے ہیں؟ ○ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے' کچھ نہیں یہ تو صرف اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں ○

(آیت: ۷۹-۸۳) پھر اپنی عظیم الشان سلطنت اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے مخلوق کو پیدا کر کے وسیع زمین پر پھیلا دیا ہے پھر قیامت کے دن بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرے گا۔ اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلائے گا' کوئی چھوٹا بڑا آگے پیچھے کا باقی نہ بچے گا۔ وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے' اسی کے حکم سے دن چڑھتا ہے رات آتی ہے۔ ایک ہی نظام کے مطابق ایک کے بعد ایک آتا جاتا ہے' نہ سورج چاند سے آگے نکلے نہ رات دن پر سبقت کرے کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنے بڑے نشانات دیکھ کر اپنے اللہ کو پہچان لو؟ اور اس کے غلبے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ۔ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے کافر ہوں یا گذشتہ زمانوں کے' ان کے سب کے دل یکساں ہیں۔ زبانیں بھی ایک ہی ہیں وہی بکواس جو گذشتہ لوگوں کی تھی' وہی ان کی ہے کہ مر کر مٹی ہو جانے اور صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں باقی رہ جانے کے بعد بھی دوبارہ پیدا کئے جائیں' یہ سمجھ سے باہر ہے۔ ہم سے بھی یہی کہا گیا' ہمارے باپ دادوں کو بھی اس سے دھمکایا گیا لیکن ہم نے تو کسی کو مر کر زندہ ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمارے خیال میں تو یہ صرف بکواس ہے۔

دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا' کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے' اس وقت بھی پھر زندہ کئے جائیں گے؟ جناب باری نے فرمایا' جسے تم ان ہونی بات سمجھ رہے ہو' وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آ جائے گی۔ سورہ یٰسین میں بھی یہ اعتراض اور جواب ہے کہ کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ ضدی جھگڑالو بن بیٹھا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلائے گا؟ اے نبی ﷺ تم انہیں جواب دو کہ انہیں نئے سرے سے وہ اللہ پیدا کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

پوچھو تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو ○ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی' کہہ دے کہ پھر تم نصیحت کیوں حاصل نہیں کرتے؟ ○ دریافت کر کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ ○ بلاتامل جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے' کہہ دے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ ○

اللہ تعالیٰ ہی معبود واحد ہے: ☆☆ (آیت: ۸۴-۸۷) اللہ تعالیٰ جل وعلا اپنی وحدانیت' خالقیت' تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے- اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی چاہئے- وہ واحد اور لاشریک ہے پس اپنے محترم رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتائیں گے- آپ انہی کے جواب کو لے کر انہیں قائل کریں کہ جب خالق و مالک صرف اللہ ہے' اس کے سوا کوئی نہیں' پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے؟ واقعہ یہی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوق اللہ اور مملوک الٰہی جانتے تھے لیکن انہیں مقربان الٰہی سمجھ کر اس نیت سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی مقرب بارگاہ الٰہی بنا دیں گے- پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق و مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو- ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اب تم پھر ان سے کہو کہ کیا اب بھی تم اس اقرار کے بعد بھی تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق و رزاق وہی ہے- پھر پوچھو کہ اس بلند و بالا آسمان کا' اس کی مخلوق کا خالق کون ہے؟ جو عرش جیسی زبردست چیز کا رب ہے- جو مخلوق کی چھت ہے جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے قبے کی طرح بنا کر بتایا" (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں ہے "ساتوں آسمان' زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلے پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ پڑا ہو اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے"- بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے- اور ساتویں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے- عرش کا نام عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے- کعب احبار سے مروی ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل آسمان و زمین کے درمیان ہو- مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آسمان و زمین بمقابلہ عرش الٰہی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلا کسی چٹیل وسیع میدان میں پڑا ہو- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' عرش کی قدر و عظمت کا کوئی بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازہ نہیں کر سکتا- بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے- اس آیت میں عرش عظیم کہا گیا ہے اور اس سورت کے آخر میں عرش کریم کہا گیا ہے یعنی بہت بڑا اور بہت حسن و خوبی والا- پس لمبائی' چوڑائی' وسعت' عظمت' حسن و خوبی میں وہ بہت ہی اعلیٰ و بالا ہے- اسی لئے لوگوں نے اسے یاقوت سرخ کہا ہے- ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں' اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے- الغرض اس سوال کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ ہے- تو تم کہو کہ پھر تم اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے کہ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کر رہے ہو؟

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ "جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے۔ کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا؟ کہا اللہ نے۔ پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ بچہ نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا اور زمین کو؟ اس نے جواب دیا اللہ نے' پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پوچھا اور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے۔ اس نے کہا' سبحان اللہ اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟ بس اس قدر عظمت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جان اللہ کے سپرد کر دی۔ اس کا ایک راوی ذرا ٹھیک نہیں واللہ اعلم۔

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

پوچھ کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ ہے جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا۔ اگر تم جانتے ہو تو بتلا دو○ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے' کہہ دے کہ پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟○ حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق پہنچا دیا ہے اور یہ بے شک جھوٹے ہیں○

(آیت: ۸۸-۹۰) دریافت کرو کہ تمام ملک کا مالک' ہر چیز کا مختار کون ہے؟ حضور ﷺ کی قسم عموماً ان لفظوں میں ہوتی تھی کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جب کوئی تاکیدی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا ہے۔ پھر یہ بھی پوچھ کہ وہ کون ہے جو سب کو پناہ دے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے' کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں۔ یعنی اتنا بڑا سید و مالک کہ تمام خلق' ملک' حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے؟ عرب میں دستور تھا کہ سردار قبیلہ اگر کسی کو پناہ دے دے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہے لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی پابندی نہیں۔ پس یہاں اللہ کی عظمت و سلطنت بیان ہو رہی ہے کہ وہ قادر مطلق' حاکم کل ہے۔ اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا۔ اس سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا۔ اس کی چاہت کے بغیر پتہ ہل نہیں سکتا۔ وہ سب سے باز پرس کر لے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس سے کوئی سوال کر سکے۔ اس کی عظمت' اس کی کبریائی' اس کا غلبہ' اس کا دباؤ' اس کی قدرت' اس کی عزت' اس کی حکمت' اس کا عدل بے پایاں اور بے مثل ہے۔ سب مخلوق اس کے سامنے عاجز' پست اور لاچار ہے۔ رب ساری مخلوق کی باز پرس کرنے والا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی ان کے پاس اس کے سوا کوئی اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا بادشاہ' ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے۔ کہہ دے کہ پھر تم پر کیا ٹپکی پڑی ہے؟ ایسا کون سا جادو تم پر ہو گیا ہے کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو؟ ہم تو ان کے سامنے حق واضح کر چکے۔ توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت بیان کر دی۔ صحیح دلیلیں اور صاف باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط گو ہونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر و باہر ہے۔ جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسروں کے پکارنے کی کوئی سند نہیں۔ صرف باپ دادا کی تقلید پر ضد ہے۔ اور وہ یہی کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔

نہ تو اللہ نے اولاد لی ہے نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر بلند ہونا چاہتا' جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ نرالا ہے ○ وہ غائب' حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے ○

وہ ہر شان میں بے مثال ہے: ☆☆ (آیت: ۹۱-۹۲) اللہ تعالیٰ اس سے اپنی برتری بیان فرما رہا ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا شریک ہو۔ ملک میں' تصرف میں' عبادت کا مستحق ہونے میں وہ یکتا ہے۔ نہ اس کی اولاد ہے نہ اس کا شریک ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ کئی ایک معبود ہیں تو ہر ایک اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہیے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے' عالم علوی اور عالم سفلی' آسمان و زمین وغیرہ کمال ربط کے ساتھ اپنے اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں۔ دستور سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق و مالک اللہ ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک۔ اور بہت سے اللہ مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پست و مغلوب کرنا اور خود غالب اور طاقتور ہونا چاہے گا اگر غالب آ گیا تو مغلوب اللہ نہ رہا۔ اگر غالب نہ آیا تو وہ خود معبود نہیں۔ پس یہ دونوں دلیلیں بتا رہی ہیں کہ اللہ ایک ہی ہے۔

متکلمین کے طور پر اس دلیل کو دلیل تمانع کہتے ہیں۔ ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو معبود مانے جائیں یا اس سے زیادہ پھر ایک تو ایک جسم کی حرکت کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کے سکون کا ارادہ کرے' اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے اور جب عاجز ٹھہرے تو معبود نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی چاہت ہے۔ تو دونوں کی مراد کا حاصل ہونا محال ہے۔ اور یہ محال لازم ہوا ہے اس وجہ سے کہ دو یا دو سے زیادہ معبود فرض کئے گئے تھے۔ پس یہ تعدد میں باطل ہو گیا۔ اب رہی تیسری صورت یعنی یہ کہ ایک کی چاہت پوری ہو اور ایک کی نہ ہو تو جس کی پوری ہوئی' وہ تو غالب اور واجب رہا اور جس کی پوری نہ ہوئی' وہ مغلوب اور ممکن ہوا۔ کیونکہ واجب کی صفت یہ نہیں کہ وہ مغلوب ہو تو اس صورت میں بھی معبودوں کی کثرت تعداد باطل ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ معبود ایک ہے۔ وہ ظالم سرکش' حد سے گزر جانے والے مشرک جو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور اس کے شریک بتاتے ہیں' ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات اللہ بلند و بالا' برتر و منزہ ہے۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہے۔ اور اسے بھی جو مخلوق پر عیاں ہے۔ پس وہ ان تمام شرکا سے پاک ہے' جسے منکر اور مشرک شریک اللہ بتاتے ہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۝۹۳ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۹۴ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝۹۵
اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝۹۶ وَقُلْ
رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝۹۷ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ
يَّحْضُرُوْنِ ۝۹۸

تو دعا کیا کر کہ اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے وہ دکھائے جس کا وعدہ انہیں دیا جا رہا ہے ○ تو اے رب تو مجھے ان ظالموں کے گروہ میں نہ کرنا ○ ہم جو کچھ وعدے انہیں دے رہے ہیں، سب کو تجھے دکھا دینے پر یقیناً قادر ہیں ○ برائی کو اس طریقے سے دور کر جو سراسر بھلائی والا ہو جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں، ہم بخوبی واقف ہیں ○ اور دعا کر کہ اے میرے پروردگار، میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں ○ اور اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ ئیں ○

برائی کے بدلے اچھائی: ☆☆ (آیت: ۹۳-۹۸) سختیوں کے اترنے کے وقت کی دعا تعلیم ہو رہی ہے کہ اگر تو ان بدکاروں پر عذاب لائے اور میں ان میں موجود ہوں تو مجھے ان عذابوں سے بچا لینا۔ مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ الٰہی جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تعلیم دینے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم ان عذابوں کو تجھے دکھا دینے پر قادر ہیں۔ جو ان کفار پر ہماری جانب سے اترنے والے ہیں۔ پھر وہ بات سکھائی جاتی ہے جو تمام مشکلوں کی دوا اور دفع کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ برائی کرنے والے سے بھلائی کی جائے۔ تا کہ اس کی عداوت محبت سے اور نفرت الفت سے بدل جائے۔ جیسے ایک اور آیت میں بھی ہے کہ بھلائی سے دفع کر تو جانی دشمن دلی دوست بن جائے گا۔ لیکن یہ کام انہی سے ہو سکتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں۔ یعنی اس حکم کی تعمیل اور اس صفت کی تحصیل صرف ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو لوگوں کی تکلیف کو برداشت کر لینے کے عادی ہو جائیں۔ اور گو وہ برائی کریں لیکن یہ بھلائی کرتے جائیں۔ یہ وصف انہی لوگوں کا ہے جو بڑے نصیب دار ہوں۔ دنیا اور آخرت کی بھلائی جن کی قسمت میں ہو۔

شیطان سے بچنے کی دعائیں: ☆☆ انسان کی برائی سے بچنے کی بہترین ترکیب بتا کر پھر شیطان کی برائی سے بچنے کی ترکیب بتائی جاتی ہے کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان سے بچا لے۔ اس لئے کہ اس کے فن فریب سے بچنے کا ہتھیار تمہارے پاس سوائے اس کے اور نہیں۔ وہ سلوک و احسان سے بس میں نہیں آنے کے۔ استعاذہ کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ پڑھا کرتے تھے۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان میرے کسی کام میں حائل ہو اور وہ میرے پاس پہنچ جائے۔ پس ہر ایک کام کے شروع میں اللہ کا ذکر شیطان کی شمولیت کو روک دیتا ہے۔ کھانا پینا، جماع، ذبح وغیرہ کل کاموں کے شروع کرنے سے پہلے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی ایک دعا یہ بھی تھی اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدَمِ وَمِنَ الْغَرَقِ وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِي الشَّيْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ اے اللہ میں تجھ سے بڑے بڑھاپے سے اور دب کر مر جانے سے اور ڈوب کر مر جانے سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ موت کے وقت شیطان مجھ کو بہکاوے۔ مسند احمد میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیند اچاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لئے ہم سوتے وقت پڑھا کریں بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہوشیار ہوتے، انہیں یہ دعا سکھا دیا کرتے اور جو چھوٹے ناسمجھ ہوتے، یاد نہ کر سکتے، ان کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر لٹکا دیتے۔ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے، امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اسے حسن غریب بتاتے ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے ○ کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں۔ ہرگز ایسا نہیں ہونے کا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ○

بعد از مرگ: ☆☆ (آیت: ۹۹-۱۰۰) بیان ہو رہا ہے کہ موت کے وقت کفار اور بدترین گنہگار سخت نادم ہوتے ہیں اور حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کرتے ہیں کہ کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تاکہ ہم نیک اعمال کر لیں۔ لیکن اس وقت یہ امید فضول، یہ آرزو لاحاصل ہے۔ چنانچہ سورہ منافقون میں فرمایا، جو ہم نے دیا ہے، ہماری راہ میں دیتے رہو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اس وقت وہ کہے کہ الٰہی ذرا سی مہلت دے دے تو میں صدقہ وخیرات کر لوں اور نیک بندہ بن جاؤں لیکن اجل آ چکنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی، تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں مثلاً یَوۡمَ یَاۡتِیۡهِمُ الۡعَذَابُ سے مِنۡ رَّسُوۡلٍ تک اور یَوۡمَ یَاۡتِیۡ تَاۡوِیۡلُهٗ سے تَعۡمَلُ تک اور وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ سے مُوۡقِنُوۡنَ تک اور وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا سے لَكٰذِبُوۡنَ تک اور وَتَرَی الظّٰلِمِیۡنَ سے مِّنۡ سَبِیۡلٍ تک اور آیت قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا اور اس کے بعد کی آیت وَهُمۡ یَصۡطَرِخُوۡنَ فِیۡهَا الخ وغیرہ۔

ان آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسے بدکار لوگ موت کو دیکھ کر قیامت کے دن اللہ کے سامنے کی پیشی کے وقت جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کریں گے اور نیک اعمال کرنے کا وعدہ کریں گے۔ لیکن ان وقتوں میں ان کی طلب پوری نہ ہو گی۔ یہ تو وہ کلمہ ہے جو بہ مجبوری ایسے آڑے وقتوں میں ان کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کہتے ہیں مگر کرنے کے نہیں اگر دنیا میں واپس لوٹائے بھی جائیں تو عمل صالح کر کے نہیں دینے کے۔ بلکہ ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے رہے تھے۔ یہ تو جھوٹے اور لپاڑیئے ہیں۔ کتنا مبارک وہ شخص ہے جو اس زندگی میں نیک عمل کر لے اور کیسے بدنصیب یہ لوگ ہیں کہ آج نہ انہیں مال واولاد کی تمنا ہے نہ دنیا اور زینت دنیا کی خواہش ہے۔ صرف یہ چاہتے ہیں کہ دو روز کی زندگی اور ہو جائے تو کچھ نیک اعمال کر لیں لیکن تمنا بیکار، آرزو بے سود، خواہش بے جا۔ یہ بھی مروی ہے کہ ان کی تمنا پر انہیں اللہ ڈانٹ دے گا اور فرما دے گا کہ یہ بھی تمہاری بات ہے۔ عمل اب بھی نہیں کرو گے۔ حضرت علا بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ کیا ہی عمدہ بات فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں، تم یوں سمجھ لو کہ میری موت آ چکی تھی لیکن میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے چند روز کی مہلت دے دی جائے تاکہ میں نیکیاں کر لوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کافر کی اس امید کو یاد رکھو اور خود زندگی کی گھڑیاں اطاعت الٰہی میں بسر کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب کافر اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اپنا جہنم کا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب مجھے لوٹا دے۔ میں توبہ کر لوں گا اور نیک اعمال کرتا رہوں گا۔ جواب ملتا ہے کہ جتنی عمر تجھے دی گئی تھی، تو ختم کر چکا پھر اس کی قبر اس پر سمٹ جاتی ہے اور تنگ ہو جاتی ہے اور سانپ بچھو چمٹ جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ گنہگاروں پر ان کی قبریں بڑی مصیبت کی جگہیں ہوتی ہیں۔ ان کی قبروں میں انہیں کالے ناگ ڈستے رہتے ہیں۔ جن میں سے ایک بہت بڑا اس کے سرہانے ہوتا ہے اور ایک اتنا ہی بڑا پاؤں کی طرف ہوتا ہے وہ سر کی طرف سے ڈسنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہ پیروں کی طرف سے کاٹنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ بیچ کی جگہ آ کر دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پس یہ ہے وہ برزخ جہاں یہ قیامت تک رہیں گے۔ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ کے معنی کئے گئے ہیں کہ ان کے آگے برزخ ایک حجاب اور آڑ ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔ وہ نہ تو صحیح طور پر دنیا میں ہیں کہ کھائیں پئیں نہ آخرت میں ہیں کہ اعمال کے

پورے بدلے میں آ جائیں۔ بلکہ بیچ ہی بیچ میں ہیں۔ پس اس آیت میں ظالموں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ انہیں عالم برزخ میں بھی بڑے بھاری عذاب ہوں گے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ان کے آگے جہنم ہے۔ جیسے کہ اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيظٌ ان کے آگے بہت سخت عذاب ہے برزخ کا۔ قبر کا یہ عذاب ان پر قیامت کے قائم ہونے تک برابر جاری رہے گا۔ جیسے حدیث میں ہے کہ وہ اس میں برابر عذاب میں رہے گا یعنی زمین میں۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهٗ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهٗ فَأُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ ﴿١٠٤﴾

پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا' اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ ○ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا' وہ تو نجات والے ہو گئے ○ اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا' یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے ○ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بد شکل بنے ہوئے ہوں گے ○

قبروں سے اٹھنے کے بعد: ☆☆ (آیت: ۱۰۱-۱۰۴) جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے' اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا' نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہو گی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی۔ عجب آپا دھاپی ہو گی۔ جیسے فرمان ہے کہ کوئی دوست کسی دوست سے ایک دوسرے کو دیکھنے کے باوجود کچھ نہ پوچھے گا۔ صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے' مصیبت میں ہے' گناہوں کے بوجھ سے دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات تک نہ کرے گا۔ نہ کچھ پوچھے گا بلکہ آنکھ پھیر لے گا۔ جیسے خود قرآن میں ہے کہ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے' اپنی ماں سے' اپنے باپ سے' اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا''۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمے ہو' وہ آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے۔ تو اگرچہ کسی کا کوئی حق اپنے باپ کے ذمے یا اپنی اولاد کے ذمے یا اپنی بیوی کے ذمے ہو' وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا۔[1] جیسے اس آیت میں ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے۔ قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے لیکن میرا نسب میرا سبب میری رشتے داری نہ ٹوٹے گی''۔ اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہیں''۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا ''لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ بخدا میرا رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اے لوگو! میں تمہارا میر ساماں ہوں جب تم آؤ گے ایک شخص کہے گا کہ یا رسول

اللہ ﷺ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں جواب دوں گا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے"۔ مسند امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے' واللہ مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر سبب ونسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "کل رشتے ناتے اور سسرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے' قیامت کے دن کٹ جائیں گے"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے' وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی"۔ جس کی ایک نیکی بھی گناہوں سے بڑھ گئی' وہ کامیاب ہو گیا۔ جہنم سے آزاد اور جنت میں داخل ہو گیا' اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس سے ڈرتا تھا' اس سے بچ گیا۔ اور جس کی برائیاں بھلائیوں سے بڑھ گئیں' وہ ہلاک ہوئے' نقصان میں آ گئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں "قیامت کے دن ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہو گا جو ہر انسان کو لا کر ترازو کے پاس بیچوں بیچ کھڑا کرے گا۔ پھر نیکی بدی تولی جائے گی۔ اگر نیکی بڑھ گئی تو بہ آواز بلند اعلان کرے گا کہ فلاں بن فلاں نجات پا گیا۔ اب اس کے بعد ہلاکت اس کے پاس بھی نہیں آئے گی اور اگر بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا اور سب کو سنا کر کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہلاک ہوا۔ اب وہ بھلائی سے محروم ہو گیا"۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ داؤد ابن حجر راوی ضعیف و متروک ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ دوزخ کی آگ ان کے منہ جھلس دے گی' چہروں کو جلا دے گی' کمر کو سلگا دے گی۔ یہ بے بس ہوں گے' آگ کو ہٹا نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں "پہلے ہی شعلے کی لپٹ ان کا سارا گوشت پوست ہڈیوں سے الگ کر کے ان کے قدموں میں ڈال دے گی' وہ وہاں بدشکل ہوں گے' دانت نکلے ہوئے ہوں گے' ہونٹ اوپر چڑھا ہوا اور نیچے گرا ہوا ہو گا۔ اوپر کا ہونٹ تو تالو تک پہنچا ہوا ہو گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک آ جائے گا"۔

أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾

کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے ○ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ ○ اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں ○

مکمل آگاہی کے بعد بھی محروم ہدایت: ☆☆ (آیت: ۱۰۵-۱۰۷) کافروں کو ان کے کفر اور گناہوں پر اور ایمان نہ لانے پر قیامت کے دن جو ڈانٹ ڈپٹ ہو گی' اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تمہاری طرف رسول بھیجے تھے۔ تم پر کتابیں نازل فرمائی تھیں تمہارے شک وشبے زائل کر دیئے تھے تمہاری کوئی حجت باقی نہیں رکھی تھی۔ جیسے فرمان ہے کہ تا کہ لوگوں کا عذر رسولوں کے آنے کے بعد باقی نہ رہے اور فرمایا۔ ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ ایک اور آیت میں ہے' جب جہنم میں کوئی جماعت جائے گی' اس سے وہاں کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آگاہ کرنے والے آئے نہ تھے؟ اس وقت یہ حرماں نصیب

لوگ اقرار کریں گے کہ بیشک تیری حجت پوری ہوگئی تھی لیکن ہم اپنی بدقسمتی اور سخت دلی کے باعث درست نہ ہوئے۔ اپنی گمراہی پر اڑ گئے اور راہ راست پر نہ چلے۔ الٰہی اب تو ہمیں پھر دنیا کی طرف بھیج دے اگر اب ایسا کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں اور مستحق سزا ہیں۔ جیسے فرمان ہے فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ہمیں اپنی تقصیروں کا اقرار ہے کیا اب کسی طرح بھی چھٹکارے کی راہ مل سکتی ہے؟ لیکن جواب دیا جائے گا کہ اب سب راہیں بند ہیں۔ دار عمل فنا ہوگیا اب دار جزا ہے۔ توحید کے وقت شرک کیا اب پچھتانے سے کیا حاصل؟

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿١١٠﴾ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١١١﴾

اللہ تعالیٰ فرمائے گا' پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو ○ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر یہی کہتی رہی کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے ○ لیکن تم انہیں مذاق میں ہی اڑاتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے تم میری یاد بھلا بیٹھے اور تم ان سے مخول ہی کرتے رہے ○ میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں ○

ناکام آرزو: ☆☆ (آیت: ۱۰۸-۱۱۱) کافر جب جہنم سے نکلنے کی آرزو کریں گے تو انہیں جواب ملے گا کہ اب تو تم اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے۔ خبردار اب یہ سوال مجھ سے نہ کرنا۔ آہ یہ کلام رحمٰن ہوگا جو جہنمیوں کو ہر خیر سے مایوس کر دے گا۔ (اللہ ہمیں بچائے۔ اے رحمتوں والے اللہ ہمیں اپنے رحم کے دامن میں چھپا لے اور اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور غصے سے بچالے' آمین) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جہنمی پہلے تو داروغہ جہنم کو بلائیں گے' چالیس سال تک اسے پکارتے رہیں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے۔ چالیس برس کے بعد جواب ملے گا کہ تم یہیں پڑے رہو۔ ان کی پکار کی نہ تو کوئی وقعت داروغہ جہنم کے پاس ہوگی نہ اللہ جل وعلا کے پاس۔ پھر براہ راست اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ الٰہی ہم اپنی بدبختی کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ ہم اپنی گمراہی میں ڈوب گئے الٰہی اب تو ہمیں یہاں سے نجات دے۔ اگر اب بھی ہم یہی برے کام کریں تو جو چاہے سزا کرنا۔ اس کا جواب انہیں دنیا کی دگنی عمر تک نہ دیا جائے گا۔ پھر فرمایا جائے گا کہ رحمت سے دور ہو کر' ذلیل وخوار ہو کر اسی دوزخ میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ اب یہ محض مایوس ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چلاتے اور شور مچاتے جلتے بھنتے رہیں گے۔

اس وقت ان کے چہرے بدل جائیں گے' صورتیں مسخ ہو جائیں گی یہاں تک کہ بعض مومن شفاعت کی اجازت لے کر آئیں گے لیکن یہاں کسی کو نہیں پہچانیں گے۔ جہنمی انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں لیکن یہ جواب دیں گے کہ غلط ہے ہم تمہیں نہیں پہچانتے۔ اب دوزخی لوگ اللہ کو پکاریں گے اور وہ جواب پائیں گے جو اوپر مذکور ہوا پھر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور یہ وہیں سڑتے رہیں گے۔ انہیں شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کی دعاؤں پر دل لگی کرتے تھے۔ وہ مومن اپنے رب سے بخشش ورحمت طلب کرتے تھے۔ اسے ارحم الراحمین کہہ کر پکارتے تھے۔

لیکن یہ اسے ہنسی میں اڑاتے تھے اور ان کے بغض میں ذکر رب چھوڑ بیٹھتے تھے اور ان کی عبادتوں اور دعاؤں پر ہنستے تھے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ الخ یعنی گنہگار ایمانداروں سے ہنستے تھے اور انہیں مذاق میں اڑاتے تھے۔ اب ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایماندار صبر گزار بندوں کو بدلہ دے دیا ہے وہ سعادت' سلامت' نجات وفلاح پا چکے ہیں اور پورے کامیاب ہو چکے ہیں۔

قٰلَ کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ﴿۱۱۶﴾

اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں بہ اعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے؟ ○ وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم' گنتی گننے والوں سے بھی پوچھ لیجئے ○ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو ○ اے کاش تم اسے پہلے ہی سے جان لیتے؟ کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟ ○ اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے۔ وہ بڑی بلندی والا ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی بزرگ عرش کا مالک ہے ○

مختصر زندگی طویل گناہ: ☆☆ (آیت:۱۱۲-۱۱۶) بیان ہو رہا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی عمر میں یہ بدکاریوں میں مشغول ہو گئے اگر نیکوکار رہتے تو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ ان نیکیوں کا بڑا اجر پاتے۔ آج ان سے سوال ہو گا کہ تم دنیا میں کس قدر رہے؟ جواب دیں گے کہ بہت ہی کم ایک دن یا اس سے بھی کم حساب دان لوگوں سے دریافت کر لیا جائے۔ جواب ملے گا کہ اتنی مدت ہو یا زیادہ لیکن واقع میں وہ آخرت کی مدت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اگر تم اسی کو جانتے ہوتے تو اس فانی کو اس جاودانی پر ترجیح نہ دیتے اور برائی کر کے اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر خدا کو ناراض نہ کر دیتے۔ وہ ذرا سا وقت اگر صبر وضبط سے اطاعت الٰہی میں بسر کر دیتے تو آج راج تھا۔ خوشی ہی خوشی تھی۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جب جنتی دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عزوجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن۔ اللہ فرمائے گا' پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سی دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت' رضامندی اور جنت حاصل کر لی جہاں ہمیشگی ہے۔ پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہو گا' وہ بھی اتنی ہی مدت بتائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھاٹے والی ہوئی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی' غصہ اور جہنم خرید لیا' جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے۔ کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار' بے قصد وارادہ پیدا کئے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے؟ کہ مثل جانوروں کے تم اچھلتے کودتے پھرو؟ ثواب عذاب کے مستحق نہ ہوؤ؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لئے' اللہ کے حکموں کی بجا آوری کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ کیا تم یہ خیال کر کے نچنت ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ بھی غلط خیال ہے۔ جیسے فرمایا اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے

کہ وہ کوئی عبث کام کرے' بیکار بنائے' بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق پر مثل چھت کے چھایا ہوا ہے۔ وہ بہت بھلا اور عمدہ ہے۔ خوش شکل اور نیک منظر ہے۔ جیسے فرمان ہے ''زمین میں ہم نے ہر جوڑا عمدہ پیدا کر دیا ہے''۔

خلیفتہ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے۔ یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لئے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا' اس نے خسارہ اٹھایا' وہ بے نصیب اور بد بخت ہوگیا' وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا جو اللہ کی رحمت سے دور ہوگیا اور جنت سے روک دیا گیا' جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے وہ بچ جائے گا' جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لئے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے گذشتہ لوگ ہلاک ہوئے جن کے قائم مقام اب تم ہو؟ اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی۔

لوگو! خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی گور کی طرف جا رہے ہو' تمہارے پھل پک رہے ہیں' تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں' تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آگئی ہے' تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے' جہاں نہ کوئی بستر ہوگا نہ تکیہ۔ دوست احباب چھوٹ جائیں گے' حساب کتاب شروع ہو جائے گا' اعمال سامنے آجائیں گے جو چھوڑ آئے' وہ دوسروں کا ہو جائے گا۔ جو آگے بھیج چکے' اسے سامنے پاؤ گے' نیکیوں کے محتاج ہو گے' بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو' اس کی باتیں سامنے آجائیں' اس سے پہلے موت تم کو اچک لے جائے گی۔ اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ' اتنا کہا تھا کہ رونے کے غلبہ نے آواز بلند کر دی۔ منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہوگئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اَفَحَسِبْتُمْ سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں' وہ اچھا ہوگیا۔ جب نبی ﷺ سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ نے بتا دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا' تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا (صحت مند کر دیا)۔ واللہ ان آیتوں کو اگر کوئی باایمان اور بایقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ ہمیں رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا اور حکم فرمایا کہ ہم صبح شام اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ پڑھتے رہیں۔ ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی۔ الحمد للہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ' کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ع ۲۶

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں' پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے' بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں ○ تو دعا کرتا رہ کہ اے میرے رب تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی والا ہے ○

دلائل کے ساتھ مشرک کا موحد ہونا: ☆☆ (آیت: ۱۱۷-۱۱۸) مشرکوں کو اللہ واحد ڈرا رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ ان کے پاس ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں- یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط فَاِنَّمَا والے جملے کے ضمن میں ہے یعنی اس کا حساب اللہ کے ہاں ہے- کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکتے - وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں- ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو کس کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا اللہ اور فلاں فلاں کو- آپ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تجھے کام آئے ؟ اس نے کہا' صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کو- آپ نے فرمایا' جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہ ہوگا؟ اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجا لا سکوں- آپ نے فرمایا- سبحان اللہ! علم کے ساتھ یہ بے علمی؟ جانتے ہو اور پھر انجان بنے جاتے ہو؟ اب کوئی جواب بن نہ پڑا- چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے' مجھے حضور ﷺ نے قائل کر دیا- یہ حدیث مرسل ہے- ترمذی میں مسنداً بھی مروی ہے- پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی- غفر کے معنی جب وہ مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے آتے ہیں- اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال و افعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں-

الحمد للہ سورہ مومنون کی تفسیر ختم ہوئی-

تفسیر سورة النور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾

اللہ رحمان و رحیم کے نام سے شروع ○

یہ ہے وہ سورت جسے ہم نے نازل فرمایا ہے اور مقرر کر دی ہے اور جس میں ہم نے کھلے احکام اتارے ہیں تا کہ تم یاد رکھو ○ زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو

کوڑے لگاؤ- ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہئے اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہئے ○

مسئلہ رجم: ☆☆ (آیت :۱-۲) اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی بزرگی اور ضرورت کو ظاہر کرنا ہے- لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ اور سورتیں ضروری اور بزرگی والی نہیں- فَرَضۡنَاهَا کے معنی مجاہد و قتادہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ حلال و حرام' امر و نہی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے- امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے- اس میں صاف صاف' کھلے کھلے' روشن احکام بیان فرمائے ہیں تا کہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو' احکام خدا کو یاد رکھو اور پھر ان پر عمل کرو- پھر زنا کاری کی شرعی سزا بیان فرمائی - زنا کار یا تو کنوارہ ہو گا یعنی کنوارا یا شادی شدہ ہو گا یعنی وہ جو حریت بلوغت اور عقل کی حالت میں نکاح شرعی کے ساتھ کسی عورت سے ملا ہو- پس کنوارا جس کا نکاح ابھی نہیں ہوا وہ اگر زنا کر بیٹھے تو اس کی حد وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی یعنی سو کوڑے- اور جمہور علما کے نزدیک اسے ایک سال کی جلاوطنی بھی دی جائے گی- ہاں امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ یہ جلاوطنی امام کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے دے چاہے نہ دے- جمہور کی دلیل تو بخاری مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دو اعرابی رسول خدا ﷺ کے پاس آئے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا بیٹا اس کے ہاں ملازم تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی- پھر میں نے علما سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے بیٹے پر شرعی سزا سو کوڑوں کی ہے اور ایک سال کی جلاوطنی اور اس کی بیوی پر رجم یعنی سنگ ساری ہے- آپ نے فرمایا سنو! میں تم میں اللہ کی کتاب کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں- لونڈی اور بکریاں تو تجھے واپس دلوا دی جائیں گی اور تیرے بچے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس تو اس کی بیوی کا بیان لے- یہ حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص تھے- اگر وہ اپنی سیاہ کاری کا اقرار کرے تو تو اسے سنگسار کر دینا- چنانچہ اس بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقرار کیا اور انہیں رجم کر دیا گیا رضی اللہ عنہا- اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کنوارے پر سو کوڑوں کے ساتھ ہی سال بھر تک کی جلاوطنی بھی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو وہ تو رجم کر دیا جائے گا- چنانچہ موطا مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی- اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کی' یاد کیا' اس پر عمل بھی کیا- خود حضور ﷺ کے زمانے میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا- مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے - ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کے اس فریضے کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا' چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں- کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو- جب کہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو- یہ حدیث صحیحین میں اس سے ہی مطول ہے-

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ ہم قرآن میں نہیں پاتے قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے- یاد رکھو خود رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا' اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے' قرآن میں جو نہ تھا' عمر نے لکھ دیا تو میں آیت رجم کو اسی طرح لکھ دیتا' جس طرح نازل ہوئی تھی- یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے- مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد ہے' خود حضور ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا- اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھٹکا نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھ دیتا- عمر بن خطاب' عبداللہ بن عوف اور فلاں اور فلاں کی شہادت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رجم

کیا اور ہم نے بھی رجم کیا- یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو جھٹلائیں گے اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوئلے ہو گئے ہوں- مسند احمد میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رجم کے حکم کے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا- امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ بھی اسے لائے ہیں اور اسے صحیح کہا ہے-

ابو یعلی موصلی میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے- آپ نے فرمایا ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب زنا کاری کریں تو انہیں ضرور رجم کر دو- مروان نے کہا پھر تم نے اس آیت کو قرآن میں کیوں نہ لکھا؟ فرمایا سنو! ہم میں جب اس کا ذکر چلا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہاری تشفی کر دیتا ہوں- ایک شخص نبی اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ سے ہی ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا- کسی نے کہا یا رسول ﷺ اللہ آپ رجم کی آیت لکھ لیجئے- آپ نے فرمایا اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا یا اسی کے مثل- یہ روایت نسائی میں بھی ہے پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی پھر تلاوت میں منسوخ ہو گئی اور حکم باقی رہا واللہ اعلم- خود آنحضرت ﷺ نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی- اسی طرح حضور ﷺ نے ماعز رضی اللہ عنہ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا- ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم کے پہلے آپ نے انہیں کوڑے بھی لگوائے ہوں- بلکہ ان سب صحیح اور صاف احادیث میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں- اسی لئے جمہور علماء اسلام کا یہی مذہب ہے- ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ' مالک رحمتہ اللہ علیہ' شافعی رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی طرف گئے ہیں- امام احمد فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں- پھر رجم کرنا چاہئے تا کہ قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس سراجہ لائی گئی جو شادی شدہ عورت تھی اور زنا کاری میں آئی تھی تو آپ نے جمعرات کے دن تو اسے کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن سنگسار کرا دیا اور فرمایا کہ کتاب اللہ پر عمل کر کے میں نے کوڑے پٹوائے اور سنت رسول اللہؐ پر عمل کر کے سنگسار کرایا- مسند احمد' سنن اربعہ اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری بات لے لو' میری بات لے لو' اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ نکال دیا- کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ کرے تو رجم-

پھر فرمایا خدا کے حکم کے ماتحت اس حد کے جاری کرنے میں تمہیں ان پر ترس اور رحم نہ کھانا چاہئے- دل کا رحم اور چیز ہے اور وہ تو ضرور ہو گا لیکن حد کے جاری کرنے میں امام کا سزا میں کمی کرنا اور سستی کرنا بری چیز ہے- جب امام یعنی سلطان کے پاس کوئی ایسا واقعہ جس میں حد ہو پہنچ جائے تو اسے چاہئے کہ حد جاری کرے اور اسے نہ چھوڑے- حدیث میں ہے آپس میں حدود سے درگزر کرو' جو بات مجھ تک پہنچی اور اس میں حد ہو تو وہ تو واجب اور ضروری ہو گئی- اور حدیث میں ہے کہ حد کا زمین میں قائم ہونا زمین والوں کے لئے چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے- یہ بھی قول ہے کہ ترس کھا کر مار کو نرم نہ کر دو بلکہ درمیانہ طور پر کوڑے لگاؤ' یہ بھی نہ ہو کہ ہڈی توڑ دو- تہمت لگانے والے کی حد کے جاری کرنے کے وقت اس کے جسم پر کپڑے ہونے چاہئیں- ہاں زانی پر حد کے جاری کرنے کے وقت کپڑے نہ ہوں- یہ قول حضرت حماد بن ابو سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کا ہے- اسے بیان فرما کر آپ نے یہی جملہ وَلَا تَاْخُذْكُمْ الخ' پڑھا تو حضرت سعید بن ابی عروبہ نے پوچھا یہ حکم میں ہے- کہا ہاں حکم میں ہے اور کوڑوں میں یعنی حد کے قائم کرنے میں اور سخت چوٹ مارنے میں- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لونڈی نے جب زنا کیا تو آپ نے اس کے پیروں پر اور کمر پر کوڑے مارے تو حضرت نافع نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت کیا کہ اللہ کی حد کے جاری کرنے میں تمہیں ترس نہ آنا چاہئے تو آپ نے فرمایا کیا تیرے نزدیک میں نے اس پر کوئی ترس کھایا ہے؟ سنو اللہ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا' نہ یہ فرمایا ہے کہ اس کے سر پر کوڑے مارے جائیں- میں نے اسے طاقت سے کوڑے لگائے ہیں اور پوری سزا دی ہے-

پھر فرمایا اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو تمہیں اس حکم کی بجا آوری کرنی چاہیے اور زانیوں پر حدیں قائم کرنے میں پہلو تہی نہ کرنی چاہئے۔ اور انہیں ضرب بھی شدید مارنی چاہئے لیکن ہڈی توڑنے والی نہیں۔ تاکہ وہ اپنے اس گناہ سے باز رہیں اور ان کی یہ سزا دوسروں کے لئے بھی عبرت بنے۔ رجم بری چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں بکری کو ذبح کرتا ہوں لیکن میرا دل دکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس رحم پر بھی تجھے اجر ملے گا۔ پھر فرماتا ہے ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا مجمع ہونا چاہئے تاکہ سب کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اور زانی کی رسوائی بھی ہوتا کہ اور لوگ اس سے رک جائیں۔ اسے علانیہ سزا دی جائے' مخفی طور پر مار پیٹ کر نہ چھوڑا جائے۔ ایک شخص اور اس سے زیادہ بھی ہو جائیں تو جماعت ہو گئی اور آیت پر عمل ہو گیا۔ اسی کو لے کر امام محمد کا مذہب ہے کہ ایک شخص بھی طائفہ ہے۔ عطار رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دو ہونے چاہئیں۔ سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں چار ہوں۔ زہری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں تین یا تین سے زیادہ۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں چار اور اس سے زیادہ کیونکہ زنا میں چار سے کم گواہ نہیں ہیں چار ہوں یا اس سے زیادہ۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ ربیعہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں پانچ ہوں۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک دس۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک جماعت ہو۔ تاکہ نصیحت' عبرت اور سزا ہو۔ نصر بن علقمہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس جماعت کی موجودگی کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے جن پر حد جاری کی جا رہی ہے دعاء مغفرت و رحمت کریں۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ٘ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳

زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے زنا کاری نہیں کر سکتا اور زنا کار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے اور سے بدکاری نہیں کرتی' ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ۝

زانی اور زانیہ اور اخلاقی مجرم: ☆☆ (آیت:۳) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ زانی سے زنا کاری پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرکہ ہو۔ کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی۔ ایسی بدکار عورت سے وہی مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرک ہو جو اس کی حرمت کا قائل ہی نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہ سند صحیح مروی ہے کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے یعنی زانیہ عورت سے زنا کار یا مشرک مرد ہی زنا کرتا ہے۔ یہی قول مجاہد' عکرمہ' سعید بن جبیر' عروہ بن زبیر' ضحاک' مکحول' مقاتل بن حیان اور بہت سے بزرگ مفسرین رحمھم اللہ عنہم سے مروی ہے۔ مومنوں پر یہ حرام ہے یعنی زنا کاری کرنا اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرنا یا عفیفہ اور پاک دامن عورتوں کو ایسے زانیوں کے نکاح میں دینا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہئے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں وہ پاک دامن ہوں۔ وہ بدکار نہ ہوں۔ نہ چوری چھپے برے لوگوں سے میل ملاپ کرنے والی ہوں۔ یہی تینوں وصف مردوں میں بھی ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی لئے امام احمد رحمتہ اللہ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے ہاں بعد از توبہ عقد نکاح درست ہے۔ اسی طرح بھولی بھالی پاک دامن' عفیفہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ جب تک وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کر لے۔ کیونکہ فرمان خداوندی ہے کہ یہ مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے ام مہزول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کر لینے کی اجازت آنحضرت ﷺ سے طلب کی تو آپ نے یہی آیت پڑھ

سنائی - ایک اور روایت میں ہے کہ اس کی طلب اجازت پر یہ آیت اتری -

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک صحابی جن کا نام مرثد بن ابو مرثد تھا یہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا لایا کرتے تھے اور مدینے پہنچا دیا کرتے تھے - عناق نامی ایک بدکار عورت مکے میں رہا کرتی تھی - جاہلیت کے زمانے میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا - حضرت مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کے لئے مکہ شریف گیا - میں ایک باغ کی دیوار کے نیچے پہنچا - رات کا وقت تھا' چاندنی چٹکی ہوئی تھی - اتفاق سے عناق آ پہنچی اور مجھے دیکھ لیا بلکہ پہچان بھی لیا اور آواز دے کر کہا کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں - اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی چلو رات میرے ہاں گزارنا - میں نے کہا عناق اللہ تعالیٰ نے زنا کاری حرام کردی ہے - جب وہ مایوس ہو گئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کے لئے غل مچانا شروع کیا کہ اے خیمے والو ہوشیار ہو جاؤ دیکھو چور آ گیا ہے - یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چرا کر لے جایا کرتا ہے - لوگ جاگ اٹھے اور آٹھ آدمی میرے پکڑنے کو میرے پیچھے دوڑے - میں مٹھیاں بند کر کے خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا - یہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے غار پر آ پہنچے لیکن میں انہیں نہ ملا - یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ ان کا پیشاب میرے سر پر آ رہا تھا - لیکن اللہ نے انہیں اندھا کر دیا - ان کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں - ادھر ادھر دیکھ بھال کر واپس چلے گئے - میں نے کچھ دیر گزار کر جب یہ یقین کر لیا کہ وہ پھر سو گئے ہوں گے تو یہاں سے نکلا پھر مکے کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا - چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے - میں جب اذخر میں پہنچا تو تھک گیا' میں نے انہیں کمر سے اتارا' ان کے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا - اب اٹھاتا چلاتا مدینے پہنچ گیا - چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی - میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کرلوں - آپ خاموش ہو رہے - میں نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر بھی آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری - تو حضور ﷺ نے فرمایا اے مرثد زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے - امام ابوداؤد اور نسائی بھی اسے اپنی سنن کی کتاب النکاح میں لائے ہیں - ابوداؤد وغیرہ میں ہے زانی جس پر کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے جیسے سے ہی نکاح کر سکتا ہے -

مسند امام احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے اور جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا - (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں (۳) اور دیوث - اور تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا - (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) ہمیشہ کا نشے کا عادی (۳) اور راہ خدا دے کر احسان جتانے والا - مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے (۱) ہمیشہ کا شرابی - (۲) ماں باپ کا نافرمان - (۳) اور اپنے گھر والوں میں خباثت کو برقرار رکھنے والا - ابوداؤد طیالسی میں ہے جنت میں کوئی دیوث نہیں جائے گا - ابن ماجہ میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ہو کر ملنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ پاک دامن عورتوں سے نکاح کرے جو لونڈیاں نہ ہوں - اس کی سند ضعیف ہے - دیوث کہتے ہیں بے غیرت شخص کو - نسائی میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اپنی بیوی سے بہت ہی محبت ہے لیکن اس میں یہ عادت ہے کہ کسی ہاتھ کو واپس نہیں لوٹاتی - آپ نے فرمایا طلاق دے دے اس نے کہا مجھے تو صبر نہیں آنے کا - آپ نے فرمایا پھر جا اس سے فائدہ اٹھا - لیکن یہ حدیث ثابت نہیں اس کا راوی عبدالکریم قوی نہیں - دوسرا راوی اس کا ہارون ہے جو اس سے قوی ہے مگر ان کی روایت مرسل ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے - یہی روایت مسند میں مروی ہے لیکن امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ مسند کرنا خطا ہے اور صواب یہی ہے کہ یہ مرسل ہے - یہ حدیث کی اور کتابوں میں اور سندوں سے بھی مروی ہے -

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ تو اسے منکر کہتے ہیں۔ امام ابن قتیبہ رحمتہ اللہ علیہ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو لوٹاتی نہیں اس سے مراد بے حد سخاوت ہے کہ وہ کسی سائل سے انکار ہی نہیں کرتی۔ لیکن اگر یہی مطلب ہوتا تو حدیث میں بجائے لَامِسٍ کے لفظ کے مُلْتَمِسٍ کا لفظ ہونا چاہئے تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خصلت ایسی معلوم ہوتی تھی نہ یہ کہ وہ برائی کرتی تھی کیونکہ اگر یہی عیب اس میں ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ اس صحابی رضی اللہ عنہ کو اس کے رکھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ یہ تو دیوثی ہے۔ جس پر سخت وعید آئی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ خاوند کو اس کی عادت ایسی لگی ہو اور اس کا اندیشہ ظاہر کیا ہو تو آپ نے مشورہ دیا کہ پھر طلاق دے دو لیکن جب اس نے کہا کہ مجھے اس سے بہت ہی محبت ہے تو آپ نے بسانے کی اجازت دے دی کیونکہ محبت تو موجود ہے۔ اسے ایک خطرے کے صرف وہم پر توڑ دینا ممکن ہے کوئی برائی پیدا کر دے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ الغرض زانیہ عورتوں سے پاک دامن مسلمانوں کو نکاح منع ہے ہاں جب وہ توبہ کر لیں تو نکاح حلال ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک ایسی ہی واہی عورت سے میرا برا تعلق تھا۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کی توفیق دی تو میں چاہتا ہوں کہ اس سے نکاح کر لوں لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ زانی ہی زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس آیت کا یہ مطلب نہیں تم اس سے اب نکاح کر سکتے ہو جاؤ اگر کوئی گناہ ہو تو میرے ذمے۔ حضرت یحییٰ سے جب یہ ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کے بعد کی آیت وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ سے۔ امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمتہ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں ○ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے ○

تہمت لگانے والے مجرم: ☆☆ (آیت: ۴-۵) جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں۔ تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے ہاں اگر شہادت پیش کر دیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔ اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔ بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔ امام مالک احمد اور شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔ سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ شعبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس

بات کا اقرار کرلیا کہ اس نے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۞

جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی اپنی ذات کے نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں ○ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ○ اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا خاوند جھوٹ بولنے والوں میں ہے ○ اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں ہو ○ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا اور اللہ توبہ کا قبول کرنے والا باحکمت ہے ○

لعان سے مراد: ☆☆ (آیت: ۶-۱۰) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کے لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کرلیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آ کر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔ اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس نکتہ کو بھی خیال میں رکھیئے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے تئیں بلکہ اپنے کنبے کو بھی بدنام کرے عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی لئے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر خدا کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو۔ وہ حکیم ہے اپنی شرع میں' اپنے حکموں میں' اپنی ممانعت میں۔ اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے۔ مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ نے فرمایا انصار یو سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟

انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ درگزر فرمائیے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں- ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرات نہیں کرتا- حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لے گا- اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ایک ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی اپنے کھیتوں سے رات کو گود واپس آئے اور دیکھا کہ ان کی بیوی کے پاس ایک غیر مرد ہے خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں- صبح ہی صبح رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا-

سب انصار جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی وجہ سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے مگر اس صورت میں کہ رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں- حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کر دے گا- کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا- یا رسول اللہ ﷺ! مجھے خدا کی قسم ہے میں سچا ہوں' اللہ خوب جانتا ہے- لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں حد مارنے کو فرماتے اتنے میں وحی اترنا شروع ہوئی- صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے- جب اتر چکی تو آپ نے حضرت ھلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا اے ھلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! خوش ہو جاؤ' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی اور چھٹی نازل فرما دی- حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے الحمد للہ مجھے خدائے رحیم کی ذات سے یہی امید تھی- پھر آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے- ہلال فرمانے لگے یا رسول اللہ میں بالکل سچا ہوں- اس عورت نے کہا حضور ﷺ یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو- تو ہلال کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ھلال! اللہ سے ڈر جا- دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے' یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا- تو آپ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ قسم خدا کی جس طرح اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی وجہ سے بچایا اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی میری سچائی کی وجہ سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا- پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے-

اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا- رکی جھجکی زبان کو سنبھالا قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی- پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر خدا کا غضب نازل ہو- پس آنحضرت ﷺ نے ان دونوں میں جدائی کرا دی اور حکم دے دیا کہ اسے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب نہ کی جائے- نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے- جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے وہ حد لگایا جائے گا- یہ بھی فیصلہ دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے- نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو اسے ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہو تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے- جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کے

حقانیت کی نشانی تھی- اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا- یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے تھے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی- (ابوداؤد)

اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں- بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی- اور حضور ﷺ کے سامنے جب حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تھا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی- حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈھنے جائے؟ لیکن آنحضرت ﷺ یہی فرماتے رہے- اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے- کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی- اور فرمایا خدا کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے- اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا-

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرادی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کا- مجھ سے تو اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منزل پر آیا- اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے- آپ سن کر خاموش ہو رہے- پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور ﷺ میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا- پس اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں- آپ نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ نصیحت کی- بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ نے ان میں جدائی کرادی- ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انصاری نے کہا جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے تو تم شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر یہ اندھیر دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ رہے تو یہ بڑی بے غیرتی اور بڑی بے حیائی ہے- واللہ اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت ﷺ سے اس کی بابت دریافت کروں گا- چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور ﷺ سے پوچھا اور دعا کی کہ یا اللہ اس کا فیصلہ نازل فرما- پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا- اور روایت میں ہے کہ حضرت عویمر نے حضرت عاصم بن عدی سے کہا کہ ذرا جا کر رسول اللہ ﷺ سے دریافت تو کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ اس سوال سے بہت ناراض ہوئے- جب عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاصم سے ملے تو پوچھا کہ کہو تم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ عاصم نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی افسوس میرے اس سوال پر رسول اللہ ﷺ نے عیب پکڑا اور برا مانا- عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اچھا میں خود جا کر آپ سے دریافت کرتا ہوں- یہاں آئے تو حکم نازل ہو چکا تھا چنانچہ لعان کے بعد عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی تھی- پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو جدا کر دیا- پھر سے لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا-

ایک اور روایت میں ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی اور ان کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل ان سے ہوا- اس لئے یہ بچہ اپنی ماں کی

طرف منسوب ہوتا رہا پھر مسنون طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔ ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو گے؟ دونوں نے کہا گردن اڑا دیں گے' ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلا لعان مسلمانوں میں ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان ہوا تھا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾

جو لوگ یہ بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے' تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو' بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے' ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے آپ کمایا ہے' اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کا سر انجام دیا ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے ○

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی پاکیزگی کی شہادت: ☆☆ (آیت:۱۱) اس آیت سے لے کر دسویں آیت تک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا جس پر خدا کو بہ سبب قرابت داری رسول ﷺ غیرت آئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں تا کہ رسول اللہ ﷺ کی آبرو پر حرف نہ آئے۔ ان بہتان بازوں کی ایک پارٹی تھی۔ اس لعنتی کام میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جو تمام منافقوں کا گرو گھنٹال تھا۔ اس بے ایمان نے ایک ایک کان میں بنا بنا کر اور مصالحہ چڑھا چڑھا کر یہ باتیں خوب گھڑ گھڑ کر پہنچائی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کی زبان بھی کھلنے لگی تھی اور یہ چہ میگوئیاں قریب قریب مہینے بھر تک چلتی رہیں۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اس واقعے کا پورا بیان صحیح احادیث میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ سفر میں جانے کے وقت آپ اپنی بیویوں کے نام کا قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ ایک غزوے کے موقعہ پر میرا نام نکلا۔ میں آپ کے ساتھ چلی' یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔ میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا۔ میں اسی میں بیٹھی رہتی جب قافلہ چلتا یونہی ہودج رکھ دیا جاتا۔ ہم گئے آنحضرت ﷺ غزوے سے فارغ ہوئے' واپس لوٹے' مدینے کے قریب آ گئے رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی' میں قضاء حاجت کے لئے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جا کر میں نے قضاء حاجت کی۔ پھر واپس لوٹی' لشکر گاہ کے قریب آ کر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا۔ میں واپس اس کے ڈھونڈنے کے لئے چلی اور تلاش کرتی رہی۔ یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسب عادت اندر ہی ہوں۔ ہودج اٹھا کر اوپر رکھ دیا اور چل پڑے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت تک عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں۔ تو میرے ہودج کے اٹھانے والوں کو میرے ہونے نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا۔ اور میں اس وقت اوائل عمر کی تو تھی ہی۔

الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا جب میں یہاں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ کوئی پکارنے والا' نہ جواب دینے والا' میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی' جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی تا کہ آپ جب آگے چل کر میرے نہ ہونے کی

خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لئے یہیں آئیں گے۔ مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے' صبح کی روشنی میں یہاں پہنچ گئے۔ ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر خیال آنا ہی تھا۔ غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے مجھے انہوں نے دیکھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی پہچان گئے اور با آواز بلند ان کی زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ نکلا۔ ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل بیٹھی۔ انہوں نے جھٹ اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھا میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہو گئی۔ انہوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے۔ قسم خدا کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا نہ سوائے اِنَّا لِلّٰهِ کے میں نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ سنا۔ دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے۔ پس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنا لیا۔ ان کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔

مدینے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر ہی میں رہی' نہ میں نے کچھ سنا' نہ کسی نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے محض بے خبر تھی۔ البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور ﷺ کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی۔ مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ پس آنحضرت ﷺ تشریف لاتے سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھ بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی۔

اب سنئے اس وقت تک گھروں میں پاخانے نہیں ہوتے تھے اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضاء حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں۔ گھروں میں پاخانے بنانے سے عام طور پر نفرت تھی۔ حسب عادت میں ام مسطح بنت ابی رہم بن عبدالمطلب بن عبدالمناف کے ساتھ قضا حاجت کے لئے چلی۔ اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی۔ یہ ام مسطح میرے والد صاحب رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں' ان کی والدہ صخر بن عامر کی لڑکی تھیں' ان کے لڑکے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ مسطح غارت ہو۔ مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا کلمہ بولا' توبہ کرو' تم اسے گالی دیتی ہو جس نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ اس وقت ام مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بھولی بیوی آپ کو کیا معلوم؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی میں ان کے سر ہو گئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' رنج و غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا' مارے صدمے کے میں تو اور بیمار ہو گئی۔ بیمار تو پہلے سے ہی تھی' اس خبر نے تو نڈھال کر دیا' جوں توں کر کے گھر پہنچی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کر لوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے؟ اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے؟ اتنے میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے' سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اپنے والد صاحب کے ہاں ہو آؤں۔ آپ نے اجازت دے دی' میں یہاں آئی' اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اتنا اپنا دل بھاری نہ کرو کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا تو لازمی امر ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں؟ اب تو مجھے غم و رنج نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے۔ اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر

کے لئے میرے آنسو نہیں تھے' میں سر ڈال کر روتی رہتی- کس کا کھانا پینا' کس کا سونا بیٹھنا' کہاں کی بات چیت' غم و رنج اور رونا ہے اور میں ہوں- ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسو کی لڑی نہ تھمی دن کو بھی یہی حال رہا-

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا' وحی میں دیر ہوئی' خدا کی طرف سے آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی تھی' اس لئے آپ نے ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپ مجھے الگ کر دیں یا کیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو صاف کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کی اہل پر کوئی برائی نہیں جانتے- ہمارے دل ان کی عفت' عزت اور شرافت کی گواہی دینے کے لئے حاضر ہیں- ہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ خدا کی طرف سے آپ پر کوئی تنگی نہیں' عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں- اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ کو صحیح واقعہ معلوم ہو سکتا ہے- آپ نے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ عائشہ کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتاؤ- بریرہ نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان سے کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی- ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور سو جاتی ہیں تو بکری آ کر کھا جاتی ہے اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا- چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا اس لئے اسی دن رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کون ہے؟ جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھر والیوں میں بھی ایذائیں پہنچانا شروع کر دی ہیں- واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں' جس شخص کا نام یہ لوگ لے رہے ہیں میری دانست تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں وہ میرے ساتھ ہی گھر میں آتا تھا-

یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! میں موجود ہوں اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو ابھی ہم اس کی گردن تن سے الگ کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہو گا- یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے- تھے تو یہ بڑے نیک بخت مگر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس وقت کی گفتگو سے انہیں اپنے قبیلے کی حمیت آ گئی اور ان کی طرف داری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے نہ تو تو اسے قتل کرے گا نہ اس کے قتل پر تو قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلے کا ہوتا تو تو اس کا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا- یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے ہوتے تھے کہنے لگے اے سعد بن عبادہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے آپ منافق آدمی ہیں کہ منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں- اب ان کی طرف سے ان کا قبیلہ اور ان کی طرف سے ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گیا اور قریب تھا کہ اوس و خزرج کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں- حضور ﷺ نے منبر پر سے ہی انہیں سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں طرف خاموشی ہو گئی- حضور ﷺ بھی چپکے ہو رہے یہ تو تھا وہاں کا واقعہ- میرا حال یہ تھا کہ یہ سارا دن بھی رونے میں ہی گزرا- میرے اس رونے نے میرے ماں باپ کے بھی ہوش گم کر دیئے تھے- وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا- دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا' اتنے میں انصار کی ایک عورت آئیں اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگیں- ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے- قسم خدا کی جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آج تک رسول خدا ﷺ میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے- مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور ﷺ کی یہی حالت تھی- کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے- آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر اما بعد

فرما کر فرمایا کہ اے عائشہ تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ اگر تو واقعی پاک دامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر فرما دے گا اور اگر فی الحقیقت تو کسی گناہ میں آلودہ ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر' بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ آپ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا۔ آنسو تھم گئے یہاں تک کہ میری آنکھوں میں آنسو کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔

میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو آپ ہی جواب دیجئے' لیکن انہوں نے فرمایا کہ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور ﷺ کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے' لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں؟ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا۔ میری عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ میں نے کہا۔ آپ سب نے ایک بات سنی اسے آپ نے دل میں بٹھا لیا اور گویا سچ سمجھ لیا۔ اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ واقع میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں مانو گے۔ ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کر لوں حالانکہ خدا کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے' میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت ابو یوسف علیہ السلام کا یہ قول ہے فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ وَاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ ہی میری مدد کرے' اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ قسم بخدا مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری برات اپنے رسول ﷺ کو ضرور معلوم کرا دے گا لیکن یہ تو میرے شان گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں۔ میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلام خدا کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو میری برات دکھا دے۔ واللہ ابھی تو نہ رسول ﷺ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی۔ اور چہرہ پر وہی آثار ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے اور پیشانی سے پسینے کی پاک بوندیں ٹپکنے لگیں۔ سخت جاڑوں میں بھی وحی کے نزول کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی' جب وحی اتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ ہنسی سے شگفتہ ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا! عائشہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برات نازل فرما دی۔ اسی وقت میری والدہ نے فرمایا بچی حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ میں نے جواب دیا کہ واللہ نہ تو میں آپ کے سامنے کھڑی ہوؤں گی اور نہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی تعریف کروں گی اسی نے میری برات اور پاکیزگی نازل فرمائی ہے۔ پس اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ سے لے کر دس آیتوں تک نازل ہوئیں۔

ان آیتوں کے اترنے کے بعد اور میری پاک دامنی ثابت ہو چکنے کے بعد اور اس شر کے پھیلانے میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد صاحب ان کی محتاجی اور ان کی قرابت داری کی وجہ سے ہمیشہ کچھ دیتے رہتے تھے۔ اب انہوں نے کہا جب اس شخص نے میری بیٹی پر تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو اب میں اس کے ساتھ کچھ بھی سلوک نہ کروں گا۔ اس پر آیت وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ الخ' نازل ہوئی یعنی تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں انہیں نہ چاہئے کہ قرابت داروں مسکینوں اور خدا کی راہ کے مہاجروں سے سلوک کرنے کی قسم کھا بیٹھیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ یہ بخشش والا اور مہربانی والا خدا تمہیں بخش دے؟ اسی وقت اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم خدا کی میں تو خدا کی بخشش کا خواہاں ہوں۔ چنانچہ اسی وقت سے حضرت مسطح رحمتہ اللہ علیہ کا

وظیفہ جاری کر دیا اور فرمایا کہ واللہ اب عمر بھر تک اس میں کمی یا کوتاہی نہ کروں گا- میرے اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جو آپ کی بیوی صاحبہ تھیں دریافت فرمایا تھا- یہی بیوی صاحبہ تھیں جو حضور کی تمام بیویوں میں میرے مقابلے کی تھیں لیکن یہ اپنی پرہیز گاری اور دین داری کی وجہ سے صاف بچ گئیں اور جواب دیا کہ حضور ﷺ میں تو سوائے بہتری کے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی- میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں- گو انہیں ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے بہت کچھ بہلاوے بھی دیئے بلکہ لڑ لڑ پڑیں لیکن انہوں نے اپنی زبان سے میری برائی کا کوئی کلمہ نہیں نکالا- ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھول دی اور میرے بارے میں ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو گئی-

یہ روایت بخاری مسلم وغیرہ حدیث کی بہت سی کتابوں میں ہے- ایک سند سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اپنے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جس شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سفر حضر میں میرے ساتھ رہا' میری عدم موجودگی میں کبھی میرے گھر نہیں آیا- اس میں ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں جو صاحب کھڑے ہوئے انہی کے قبیلے میں ام مسطح تھیں- اس میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ یہ پھسلیں اور انہوں نے اپنے بیٹے مسطح کو کوسا' میں نے منع کیا پھر پھسلیں' پھر کوسا' میں نے پھر روکا- پھر الجھیں' پھر کوسا تو میں نے انہیں ڈانٹنا شروع کیا- اس میں ہے کہ اسی وقت سے مجھے بخار چڑھ آیا- اس میں ہے کہ میری والدہ کے گھر پہنچانے کے لئے میرے ساتھ حضور ﷺ نے ایک غلام کر دیا تھا- میں جب وہاں پہنچی تو میرے والد اوپر کے گھر میں تھے- تلاوت قرآن میں مشغول تھے اور والدہ نیچے کے مکان میں تھیں- مجھے دیکھتے ہی میری والدہ نے دریافت فرمایا آج کیسے آنا ہوا؟ تو میں نے تمام بپتا کہہ سنائی لیکن میں نے دیکھا کہ انہیں یہ بات نہ کوئی انوکھی بات معلوم ہوئی نہ اتنا صدمہ اور رنج ہوا جس کی توقع مجھے تھی-

اس میں ہے کہ میں نے والدہ سے پوچھا کیا میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں' میں نے کہا اور رسول خدا ﷺ تک بھی یہ بات پہنچی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں- اب تو مجھے پھوٹ پھوٹ کر رونا آنے لگا یہاں تک کہ میری آواز اوپر میرے والد صاحب کے کان میں بھی پہنچی وہ جلدی سے نیچے آئے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میری والدہ نے کہا کہ انہیں اس تہمت کا علم ہو گیا ہے جو ان پر لگائی گئی ہے- یہ سن کر اور میری حالت دیکھ کر میرے والد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے بیٹی میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ ابھی اپنے گھر لوٹ جاؤ- چنانچہ میں واپس چلی گئی- یہاں میرے پیچھے گھر کی خادمہ سے بھی میری بابت رسول اللہ ﷺ نے اور لوگوں کی موجودگی میں دریافت فرمایا جس پر اس نے جواب دیا کہ میں عائشہ میں کوئی برائی نہیں دیکھتی بجز اس کے کہ وہ آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں' بے خبری سے سو جاتی ہیں- بسا اوقات آٹا بکریاں کھا جاتی ہیں- بلکہ اسے بعض لوگوں نے بہت ڈانٹا ڈپٹا بھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ سچ بات جو ہو بتا دے' اس پر بہت سختی کی لیکن اس نے کہا واللہ ایک سنار خالص سونے میں جس طرح کوئی عیب کسی طرح تپا تپا کر بھی بتا نہیں سکتا- اسی طرح میں صدیقہ پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتی- جب اس شخص کو یہ اطلاع پہنچی جنہیں بدنام کیا جا رہا تھا تو اس نے کہا قسم خدا کی میں نے تو آج تک کسی عورت کا بازو بھی کھولا ہی نہیں- بالآخر یہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس عصر کی نماز کے بعد تشریف لائے تھے- اس وقت میری ماں اور میرے باپ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے- اور وہ انصاریہ عورت جو آئی تھیں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں- اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے مجھے نصیحت شروع کی اور مجھ سے حقیقت حال دریافت کی تو میں نے کہا ہائے کیسی بے شرمی کی بات ہے؟ اس عورت کا بھی تو خیال نہیں؟ اس میں ہے کہ میں نے بھی خدا کی حمد و ثنا کے بعد جواب دیا تھا- اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے اس وقت ہر چند حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام تلاش

کیا لیکن واللہ وہ زبان پر نہ چڑھا اس لئے میں نے ابو یوسف کہہ دیا۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے وحی کے اترنے کے بعد مجھے خوش خبری سنائی واللہ اس وقت میرا غم بھرا غصہ بہت ہی بڑھ گیا تھا۔ میں نے اپنے ماں باپ سے بھی کہا تھا کہ میں اس معاملے میں تمہاری بھی شکر گزار نہیں۔ تم سب نے ایک بات سنی لیکن نہ تم نے انکار کیا نہ تمہیں ذرا غیرت آئی۔ اس میں ہے کہ اس قصے کو زبان پر لانے والے حمنہ بنت جحش، مسطح، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی منافق تھے۔ یہ سب کا سرغنہ تھا اور یہی زیادہ تر لگا تا بجھاتا تھا۔

اور حدیث میں ہے کہ میرے عذر کی یہ آیتیں اترنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو مردوں اور ایک عورت کو تہمت کی حد لگائی یعنی حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اوپر تہمت لگنے کا علم ہوا اور یہ بھی پتہ چلا کہ اس کا علم آپ کے والد اور حضور ﷺ کو ہو چکا ہے تو آپ بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ جب ذرا ہوش میں آئیں تو سارا جسم تپ رہا تھا اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا اور کانپ رہی تھیں۔ آپ کی والدہ نے اسی وقت لحاف اوڑھا دیا۔ اور رسول خدا ﷺ آئے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا جاڑے سے بخار چڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا شاید اس خبر کو سن کر یہ حال ہو گیا ہوگا؟ جب آپ کے عذر کی آیتیں اتریں اور آپ نے انہیں سن کر فرمایا کہ یہ اللہ کے فضل سے ہے نہ کہ آپ کے فضل سے۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم رسول ﷺ خدا سے اس طرح کہتی ہو؟ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں۔

اب آیتوں کا مطلب سنئے جو لوگ جھوٹ بہتان گھڑی ہوئی بات لے آئے اور وہ ہیں بھی زیادہ، اسے تم اے آل ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ انجام کے لحاظ سے دین دنیا میں وہ تمہارے لئے بھلا ہے۔ دنیا میں تمہاری صداقت ثابت ہو گی آخرت میں بلند مراتب ملیں گے۔ حضرت عائشہ کی برات قرآن کریم میں نازل ہوگی جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اماں صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے آخری وقت آئے تو فرمانے لگے ام المومنین آپ خوش ہو جائیے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ رہیں اور حضور ﷺ محبت سے پیش آتے رہے اور حضور ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی برات آسمان سے نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرا نکاح آسمان سے اترا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میری پاکیزگی کی شہادت قرآن میں آسمان سے اتری جب کہ صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اپنی سواری پر بٹھا لائے تھے۔ حضرت زینب نے پوچھا یہ تو بتاؤ جب تم اس اونٹ پر سوار ہوئی تھیں تو تم نے کیا کلمات کہے تھے؟ آپ نے فرمایا حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اس پر وہ بول اٹھیں کہ تم نے مومنوں کا کلمہ کہا تھا۔

پھر فرمایا جس جس نے پاک دامن صدیقہ پر تہمت لگائی ہے ہر ایک کو بڑا عذاب ہوگا اور جس نے اس کی ابتدا اٹھائی ہے، جو اسے ادھر ادھر پھیلاتا رہا ہے، اس کے لئے سخت تر عذاب ہیں۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے۔ ٹھیک قول یہی ہے گو کسی نے کہا کہ مراد اس سے حسان ہیں لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔ چونکہ یہ قول بھی ہے اس لئے ہم نے اسے بیان کر دیا ورنہ اس کے بیان میں بھی چنداں نفع نہیں کیونکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بڑے بزرگ صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں احادیث میں موجود ہیں۔ یہی تھے جو کافر شاعروں کی ہجو کے شعروں کا اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے جواب دیتے تھے۔ انہی سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم کفار کی مذمت بیان کرو جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں عزت کے ساتھ بٹھایا۔ حکم دیا کہ ان کے لئے گدی بچھاؤ۔ جب وہ واپس چلے گئے تو میں نے کہا کہ آپ انہیں کیوں آنے دیتی ہیں؟ ان کے آنے سے کیا فائدہ؟ خدائے تعالیٰ تو

فرماتا ہے کہ ان میں سے جو تہمت کا والی ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے تو مائی صاحبہ نے فرمایا اندھا ہونے سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا یہ نابینا ہو گئے تھے۔ تو فرمایا شاید یہی عذاب عظیم ہو۔

پھر فرمایا تمہیں نہیں خبر؟ یہی تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کافروں کے ہجو والے اشعار کا جواب دینے پر مقرر تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت حضرت عائشہ کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاک دامن' بھولی' تمام اوچھے کاموں سے' غیبت اور برائی سے پرہیز کرنے والی ہیں تو آپ نے فرمایا تم تو ایسے نہ تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعروں سے زیادہ اچھے اشعار نظر نہیں آتے اور میں جب کبھی ان شعروں کو پڑھتی ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حسان جنتی ہیں۔ وہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو خطاب کر کے اپنے شعروں میں فرماتے ہیں تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی ہے۔ جس کا میں جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے پاؤں گا۔ میرے باپ دادا اور میری عزت آبرو سب محمد ﷺ پر سے قربان ہے' میں ان سب کو فنا کر کے بھی تمہاری بدزبانیوں کے مقابلے سے ہٹ نہیں سکتا۔ تجھ جیسا شخص جو میرے نبی ﷺ کے کف پا کی ہمسری بھی نہیں کر سکتا حضور ﷺ کی ہجو کرے؟ یاد رکھو کہ تم جیسے بد حضور ﷺ جیسے نیک پر فدا ہیں۔ جب تم نے حضور ﷺ کی ہجو کی ہے تو اب میری زبان سے جو تیز دھار دار بے عیب تلوار سے بھی تیز ہے' بچ کر تم کہاں جاؤ گے؟ ام المومنین سے پوچھا گیا کہ کیا یہ لغو کلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں لغو کلام تو شاعروں کی وہ بکواس ہے جو عورتوں وغیرہ کے بارے میں ہوتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کیا قرآن میں نہیں کہ اس تہمت میں بڑا حصہ لینے والے کے لئے برا عذاب ہے؟ فرمایا ہاں لیکن کیا جو عذاب انہیں ہوا بڑا نہیں؟ آنکھیں ان کی جاتی رہیں' تلوار ان پر اٹھی' وہ تو کہئے حضرت صفوان رک گئے ورنہ عجب نہیں کہ ان کی نسبت یہ بات سن کر انہیں قتل ہی کر ڈالتے۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۲ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۳

اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی؟ اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے ○ وہ اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟' اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ بہتان باز لوگ یقیناً اللہ کے نزدیک محض جھوٹے ہیں ○

اخلاق و آداب کی تعلیم: ☆☆ (آیت: ۱۲-۱۳) ان آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ یہ کلام سنتے ہی اپنی شرعی ماں کے ساتھ کم از کم وہ خیال کرتے جو اپنے نفسوں کے ساتھ کرتے' جب کہ وہ اپنے تئیں بھی ایسے کام کے لائق نہ پاتے تو شان ام المومنین کو اس سے بہت اعلیٰ اور بالا جانتے۔ ایک واقعہ بھی بالکل اسی طرح کا ہوا تھا۔ حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی بیوی صاحبہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے وہ بھی سنا جو حضرت عائشہ کی نسبت کہا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور یہ یقیناً جھوٹ ہے۔ ام ایوب تم ہی بتاؤ کیا تم کبھی ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا نعوذ باللہ ناممکن۔ آپ نے فرمایا پس حضرت عائشہ تو تم سے کہیں افضل اور بہتر

ہیں- پس جب آیتیں اتریں تو پہلے تو بہتان بازوں کا ذکر ہوا یعنی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا پھر ان آیتوں میں ذکر ہوا- حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی صاحبہ کی اس بات چیت کا جو اوپر مذکور ہوئی- یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ مقولہ حضرت ابی بن کعب کا تھا (رضی اللہ عنہ)- الغرض مومنوں کو صاف باطن رہنا چاہئے- اور اچھے خیال کرنے چاہئیں- بلکہ زبان سے بھی ایسے واقعہ کی تردید اور تکذیب کر دینی چاہئے- اس لئے کہ جتنا کچھ واقعہ گزرا اس میں شک شبہ کی گنجائش بھی نہ تھی- ام المومنین رضی اللہ عنہا کھلم کھلا سواری پر دن دیہاڑے بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں- خود پیغمبر خدا ﷺ موجود ہیں اگر خدانخواستہ خاکم بدہن کوئی بھی ایسی بات ہوتی تو یہ اس طرح کھلے بندوں عام مجمع میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر شامل ہو جاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے- پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں کی زبان نے جو قصہ گھڑا وہ محض جھوٹ بہتان اور افترا ہے- جس سے انہوں نے اپنے ایمان اور اپنی عزت کو غارت کیا- پھر فرمایا کہ ان بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اپنی سچائی پر چار گواہ واقعہ کے کیوں پیش نہیں کیے؟ اور جب کہ یہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو شرعاً خدا کے نزدیک وہ جھوٹے ہیں- فاسق و فاجر ہیں-

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتا تو یقیناً تم نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا ○ اب کہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی گو تم اسے ہلکی بات سمجھتے رہے لیکن اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی ○

اللہ کا فضل نہ ہوتا تو عذاب آ جاتا: ☆☆ (آیت: ۱۴-۱۵) فرمان ہے کہ اے وہ لوگو! جنہوں نے صدیقہ کی بابت اپنی زبانوں کو بری حرکت دی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں تمہاری توبہ قبول کر لے اور آخرت میں تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف فرما دے تو جس بہتان میں تم نے اپنی زبانیں ہلائیں اس میں تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا- یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا لیکن رواداری میں کچھ کہہ گئے تھے جیسے حضرت مسطح' حضرت حسان' حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم- لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جو اس طوفان کے اٹھانے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین یہ لوگ اس حکم میں نہیں- کیونکہ نہ اس کے پاس ایمان تھا نہ عمل صالح- یہ بھی یاد رہے کہ جس بدی پر جو وعید ہے وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب توبہ نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اس جیسی یا اس سے بڑی نیکی نہ ہو- جب کہ تم اس بات کو پھیلا رہے تھے اس سے سن کر اس سے کہی اور اس نے سن کر دوسرے سے کہی- حضرت عائشہ کی قرات میں اِذْ تَلِقُوْنَہٗ ہے یعنی جب کہ تم اس جھوٹ کی اشاعت کر رہے تھے- پہلی قرات جمہور کی ہے- اور یہ قرات ان کی ہے جنہیں اس آیت کا زیادہ علم تھا اور تم وہ بات زبان سے نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا- تم گو اس کلام کو ہلکا سمجھتے رہے لیکن دراصل خدا کے نزدیک وہ بڑا بھاری کلام تھا- کسی مسلمان عورت کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے- پھر اللہ کے رسول ﷺ کی زوجہ مطہرہ کے اوپر ایسا کلمہ سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرہ

گناہ ہوا؟ اسی لئے رب کی غیرت اپنے نبی ﷺ کی وجہ سے جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر خاتم الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی ثابت فرمائی۔ ہر نبی علیہ السلام کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی سے دور رکھا ہے پس کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار' تمام نبیوں سے افضل اور تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیوی اس میں آلودہ ہوں۔ حاشا وکلا۔ پس تم گو اس کلام کو بے وقعت سمجھو لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ صحیحین میں ہے کہ انسان بعض مرتبہ خدا کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کی کوئی وقعت اس کے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم کے اتنے نیچے کے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنی نیچی زمین آسمان سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچا ہوتا ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں' اے اللہ تو پاک ہے۔ یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے ○ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو ○ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرما رہا ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے ○ جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں' ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں' اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے ○

پہلے تحقیق کرو پھر بولو: ☆☆ (آیت:۱۶-۱۸) پہلے تو نیک گمانی کا حکم دیا۔ یہاں دوسرا حکم دے رہا ہے۔ بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بغیر تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہیے۔ برے خیالات' گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہئے۔ کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں' گو دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرما لیا ہے جب تک وہ زبان سے نہ کہیں یا عمل میں نہ لائیں (بخاری و مسلم) تمہیں چاہئے تھا کہ ایسے بے ہودہ کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ ہم ایسی لغوبات سے اپنی زبان نہیں بگاڑتے۔ ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی کہ اللہ کے خلیل اور اس کے رسول ﷺ کی بیوی صاحبہ کی نسبت کوئی ایسی لغوبات کہیں' اللہ کی ذات پاک ہے۔ دیکھو خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان سے ہی کورا ہو تو وہ تو بے ادب' گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے۔ احکام شرعیہ کو اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے۔ اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

برائی کی تشہیر نہ کرو: ☆☆ (آیت:۱۹) یہ تیسری تنبیہ ہے کہ جو شخص کوئی ایسی بات سنے' اسے اس کا پھیلانا حرام ہے۔ جو ایسی بری خبروں کو اڑاتے پھرتے ہیں' دنیوی سزا یعنی حد بھی لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا۔ اللہ عالم ہے۔ تم بے علم ہو۔ پس تمہیں اللہ کی

طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں- حدیث شریف میں ہے' بندگان رب کو ایذا نہ دو' انہیں عار نہ دلاؤ- ان کی خفیہ باتوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو- جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا- اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے-

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

ع ۱۰ ۸

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور یہ بھی کہ اللہ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے ○ اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو- جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کے کاموں کا ہی حکم کرے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے پاک کرنا چاہے' کر دیتا ہے- اللہ سب سننے والا' سب جاننے والا ہے ○

شیطانی راہوں پر مت چلو: ☆☆ (آیت: ۲۰-۲۱) یعنی اگر اللہ کا فضل و کرم' لطف و رحم نہ ہوتا تو اس وقت کوئی اور ہی بات ہو جاتی مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالی- پاک ہونے والوں کو بذریعہ حد شرعی کے پاک کر دیا- شیطانی طریقوں' شیطانی راہوں میں نہ چلو اس کی باتیں نہ مانو- وہ تو برائی کا' بدی کا' بدکاری کا' بے حیائی کا حکم دیتا ہے- پس تمہیں اس کی باتیں ماننے سے پرہیز کرنا چاہئے- اس کے عمل سے بچنا چاہئے- اس کے وسوسوں سے دور رہنا چاہئے- اللہ کی ہر نافرمانی میں قدم شیطان کی پیروی ہے- ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے فلاں چیز کھانے کی قسم کھالی ہے- آپ نے فرمایا' یہ شیطان کا بہکاوا ہے' اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور اسے کھالو- ایک شخص نے حضرت شعبیؒ سے کہا کہ میں نے اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے- آپ نے فرمایا' یہ شیطانی حرکت ہے ایسا نہ کرو اس کے بدلے ایک بھیڑ ذبح کر دو-

ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں' ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا- وہ بگڑ کر کہنے لگیں کہ ایک دن وہ یہودیہ ہے اور ایک دن نصرانیہ ہے اور اس کے تمام غلام آزاد ہیں' اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے- میں نے آ کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا' یہ شیطانی حرکت ہے- زینب بنت ام سلمہ جو اس وقت سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والی عورت تھیں' انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا اور عاصم بن عمرو کی بیوی نے بھی یہی بتایا- پھر فرماتا ہے' اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے ایک بھی اپنے آپ کو شرک و کفر' برائی اور بدی سے نہ بچا سکتا- یہ رب کا احسان ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے' پھر تم پر مہربانی سے رجوع کرتا ہے اور تمہیں پاک صاف بنا دیتا ہے- اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے اور جسے چاہے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے- اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا' ان کے احوال کو جاننے والا ہے- ہدایت یاب اور گمراہ سب اس کی نگاہ میں ہیں اور اس میں بھی اس حکیم مطلق کی بے پایاں حکمت ہے-

تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں و مسکینوں اور مہاجروں کو راہ اللہ دینے سے قسم نہ کھا لینی چاہئے بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہئے' کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف فرما دے؟ اللہ قصوروں کا معاف فرمانے والا مہربان ہے ○

دولت مند افراد سے خطاب: ☆☆ (آیت:۲۲) تم میں سے جو کشادہ روزی والے' صاحب مقدرت ہیں' صدقہ اور احسان کرنے والے ہیں' انہیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں' مسکینوں' مہاجروں کو کچھ دیں گے ہی نہیں۔ اس طرح انہیں متوجہ فرما کر پھر اور نرم کرنے کے لئے فرمایا کہ ان کی طرف سے کوئی قصور بھی سرزد ہو گیا ہو تو انہیں معاف کر دینا چاہئے۔ ان سے کوئی ایذا یا برائی پہنچی ہو تو ان سے درگزر کر لینا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔

یہ آیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ نے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی کیونکہ بہتان صدیقہؓ میں یہ بھی شامل تھے۔ جیسے کہ پہلے کی آیتوں کی تفسیر میں یہ واقعہ گزر چکا تو جب حقیقت اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی' ام المومنینؓ بری ہو گئیں' مسلمانوں کے دل روشن ہو گئے' مومنوں کی توبہ قبول ہو گئی' تہمت رکھنے والوں میں سے بعض کو حد شرعی لگ چکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کو حضرت مسطح کی طرف متوجہ فرمایا جو آپؓ کی خالہ صاحبہ کے فرزند تھے اور مسکین شخص تھے۔ حضرت صدیق ہی ان کی پرورش کرتے رہتے تھے۔ یہ مہاجر تھے لیکن اس بارے میں اتفاقیہ زبان کھل گئی تھی' انہیں تہمت کی حد لگائی گئی تھی۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت مشہور تھی۔ کیا اپنے' کیا غیر سب کے ساتھ آپ کا سلوک عام تھا۔ آیت کے یہ خصوصی الفاظ حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑے کہ کیا تم بخشش الٰہی کے طالب نہیں ہو؟ آپ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ہاں قسم ہے اللہ کی' ہماری تو عین چاہت ہے کہ اللہ ہمیں بخشے اور اسی وقت سے مسطح کو جو کچھ دیا کرتے تھے' جاری کر دیا۔ گویا ان آیتوں میں ہمیں تلقین ہوئی کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تقصیریں معاف ہو جائیں' ہمیں چاہئے کہ دوسروں کی تقصیروں سے بھی درگزر کر لیا کریں۔ یہ بھی خیال میں رہے کہ جس طرح آپ نے پہلے یہ فرمایا تھا کہ واللہ میں اس کے ساتھ کبھی بھی سلوک نہ کروں گا۔ اب عہد کیا کہ واللہ میں اس سے کبھی بھی اس کا مقررہ روزینہ نہ روکوں گا۔ سچ ہے صدیق صدیق ہی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾

جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں' وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے ○ جب کہ ان کے

مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ○ اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ظاہر کرنے والا ہے ○

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے گستاخ پر اللہ کی لعنت: ☆☆ (آیت:۲۳-۲۵) جب کہ عام مسلمان عورتوں پر طوفان اٹھانے والوں کی سزا یہ ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں' بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نزول کے بعد بھی جو شخص مائی صاحبہ کو اس الزام سے یاد کرے' وہ کافر ہے کیونکہ اس نے قرآن پاک کے خلاف کیا۔ آپ کی اور ازواج مطہراتؓ کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی مثل صدیقہ کے ہیں۔ واللہ اعلم۔ فرماتا ہے کہ ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت الٰہی کے مستحق ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الخ' یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں' ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والے عذاب تیار ہیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مخصوص ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں۔ سعید بن جبیر' مقاتل بن حیان رحمہم اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ ابن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت عائشہؓ سے یہ نقل کیا ہے لیکن پھر جو تفصیل وار روایت لائے ہیں' اس میں آپ پر تہمت لگنے' حضور ﷺ پر وحی آنے اور اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے لیکن آپ کے ساتھ اس حکم کے مخصوص ہونے کا ذکر نہیں پس سبب نزول گو خاص ہو لیکن حکم عام رہتا ہے۔ ممکن ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہو۔ واللہ اعلم۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں' کل ازواج مطہرات کا تو یہ حکم ہے لیکن اور مومنہ عورتوں کا یہ حکم نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت سے تو مراد حضور ﷺ کی بیویاں ہیں کہ اہل نفاق جو اس تہمت میں تھے' سب راندہ درگاہ ہوئے' لعنتی ٹھہرے اور غضب الٰہی کے مستحق بن گئے۔ اس کے بعد عام مومنہ عورتوں پر بدکاری کا بہتان باندھنے والوں کے حکم میں آیت وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا الخ' اتری۔ پس انہیں کوڑے لگیں گے۔ اگر انہوں نے توبہ کی تو توبہ تو قبول ہے لیکن گواہی ان کی ہمیشہ تک غیر معتبر رہے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ سورۂ نور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت تو حضور ﷺ کی بیویوں کے بارے میں اتری ہے۔ ان بہتان بازوں کی توبہ بھی قبول نہیں۔ اس آیت میں ابہام ہے۔ اور چار گواہ نہ لا سکنے کی آیت عام ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے حق میں ہے' ان کی توبہ مقبول ہے۔ یہ سن کر اکثر لوگوں کا ارادہ ہوا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں۔ کیونکہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر کی تھی۔ ابہام سے مراد یہ ہے کہ ہر پاک دامن عورت کی شان میں حرمت تہمت عام ہے اور ایسے سب لوگ ملعون ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ہر ایک بہتان باز اس حکم میں شامل ہے لیکن حضرت عائشہؓ بطور اولیٰ ہیں۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ بھی عموم ہی کو پسند فرماتے ہیں' اور یہی صحیح بھی ہے اور عموم کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں' سات گناہوں سے بچو جو مہلک ہیں' پوچھا گیا وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو' کسی کو بلاوجہ مار ڈالنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جہاد سے بھاگنا' پاک دامن بھولی مومنہ پر تہمت لگانا۔ (بخاری و مسلم) اور حدیث میں ہے' پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے کی سو سال کی نیکیاں غارت ہیں۔

اعضاء کی گواہی: ☆☆ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں سوائے نمازیوں کے اور کوئی نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے' آؤ ہم بھی انکار کر دیں چنانچہ اپنے شرک کا یہ انکار کر دیں گے۔ اسی وقت ان کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور ہاتھ

پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' کافروں کے سامنے جب ان کی بداعمالیاں پیش کی جائیں گے تو وہ انکار کر جائیں گے اور اپنی بے گناہی بیان کرنے لگیں گے تو کہا جائے گا' یہ ہیں تمہارے پڑوسی' یہ تمہارے خلاف شہادت دے رہے ہیں۔ یہ کہیں گے' یہ سب جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا کہ اچھا خود تمہارے کنبے قبیلے کے لوگ موجود ہیں۔ یہ کہہ دیں گے' یہ بھی جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا۔ اچھا تم قسمیں کھاؤ' یہ قسمیں کھالیں گے' پھر اللہ انہیں گونگا کر دے گا اور خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کی بداعمالیوں کی گواہی دیں گے۔ پھر انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ہنس دیئے اور فرمانے لگے۔ جانتے ہو' میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ ہی جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا' بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے جو حجت بازی کرے گا' اس پر یہ کہے گا کہ الٰہی کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں روکا تھا؟ اللہ فرمائے گا ہاں۔ تو یہ کہے گا بس آج جو گواہ میں سچا مانوں' اسی کی شہادت میرے بارے میں معتبر مانی جائے۔ اور وہ گواہ سوا میرے اور کوئی نہیں۔ اللہ فرمائے گا' اچھا یونہی سہی' تو ہی اپنا گواہ رہ۔ اب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضاء سے سوال ہوگا تو وہ سارے عقدے کھول دیں گے۔ اس وقت بندہ کہے گا' تم غارت ہو جاؤ' تمہیں بربادی آئے' تمہاری طرف سے ہی تو میں لڑ جھگڑ رہا تھا (مسلم)

قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے' اے ابن آدم تو خود اپنی بداعمالیوں کا گواہ ہے' تیرے کل جسم کے اعضاء تیرے خلاف بولیں گے' ان کا خیال رکھ' اللہ سے پوشیدگی اور ظاہری میں ڈرتا رہ۔ اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں' اندھیرا اس کے سامنے روشنی کی مانند ہے۔ چھپا ہوا اس کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ اللہ کے ساتھ نیک گمانی کی حالت میں مرو۔ اللہ ہی کے ساتھ ہماری قوتیں ہیں۔ یہاں دین سے مراد حساب ہے۔ جمہور کی قرأت میں حق کا زبر ہے کیونکہ وہ دین کی صفت ہے۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے حق پڑھا ہے اس بنا پر کہ یہ لغت ہے لفظ اللہ کی۔ ابی بن کعب کے مصحف میں یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ الْحَقُّ دِیْنَهُمْ بعض سلف سے پڑھنا مروی ہے۔ اس وقت جان لیں گے کہ اللہ کے وعدے وعید حق ہیں۔ اس کا حساب عدل والا ہے' ظلم سے دور ہے۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں' اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں' ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ بکواس بہتان باز کر رہے ہیں' وہ اس سے بالکل بے لگاؤ ہیں' ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ○ اے ایمان والو اپنے گھروں سے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام کرو' یہی تمہارے لئے سراسر بہتری ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ○

بھلی بات کے حق دار بھلے لوگ ہی ہیں: ☆☆ (آیت:۲۶) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لئے ہے۔ بھلی بات کے حقدار بھلے لوگ ہوتے ہیں۔ یعنی اہل نفاق نے صدیقہؓ پر جو تہمت باندھی اور ان کی شان میں جو بدالفاظی کی' اس

کے لائق وہی ہیں اس لئے کہ وہی بد ہیں اور خبیث ہیں- صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ پاک ہیں اس لئے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتان سے بری ہیں- یہ آیت بھی حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے- آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو ہر طرح طیب ہیں ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں اللہ کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو- خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہوتی ہیں- اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو دشمنان رب باندھ رہے ہیں- انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج وایذا پہنچی وہ بھی ان کے لئے باعث مغفرت گناہ بن جائے گی- اور یہ چونکہ حضور ﷺ کی بیوی ہیں جنت عدن میں بھی آپؐ کے ساتھ ہی رہیں گی-

ایک مرتبہ اسیر بن جابر حضرت عبداللہ کے پاس آ کر کہنے لگے آج تو میں نے ولید بن عقبہ سے ایک نہایت ہی عمدہ بات سنی تو حضرت عبداللہ نے فرمایا ٹھیک ہے- مومن کے دل میں پاک بات اترتی ہے اور وہ اس کے سینے میں آ جاتی ہے پھر وہ اسے زبان سے بیان کرتا ہے وہ بات چونکہ بھلی ہوتی ہے بھلے سننے والے اسے اپنے دل میں بٹھا لیتے ہیں اور اسی طرح بری بات برے لوگوں کے دلوں سے سینوں تک اور وہاں سے زبانوں تک آتی ہے برے لوگ اسے سنتے ہیں اور اپنے دل میں بٹھاتے ہیں- پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی- مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو شخص بہت سی باتیں سنے پھر ان میں جو سب سے خراب ہو اسے بیان کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بکریوں والے سے ایک بکری مانگے وہ اسے کہے کہ جا اس ریوڑ میں سے تجھے جو پسند ہو لے لے یہ جائے اور ریوڑ کے کتے کا کان پکڑ کر لے جائے- اور حدیث میں ہے حکمت کا کلمہ مومن کی گم گشتہ دولت ہے جہاں سے پائے لے لے-

شرعی آداب: ☆☆ (آیت:۲۷) شرعی ادب بیان ہو رہا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگو جب اجازت ملے جاؤ پہلے سلام کرو- اگر پہلی دفعہ کی اجازت طلبی پر جواب نہ ملے تو پھر اجازت مانگو- تین مرتبہ اجازت چاہو اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ-

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ ملے تو بھی پروانگی (اجازت) ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ- یہی بات تمہارے لئے زیادہ ستھرائی والی ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب جانتا ہے ○ ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو جانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ سب کچھ جانتا ہے ○

(آیت:۲۸-۲۹) صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے- تین دفعہ اجازت مانگی- جب کوئی نہ بولا تو آپ واپس لوٹ گئے- تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا دیکھو عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنا چاہتے ہیں- انہیں بلا لو لوگ گئے- دیکھا تو وہ چلے گئے ہیں- واپس کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی- دوبارہ جب حضرت ابو

موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا' آپ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ تین دفعہ اجازت چاہنے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ۔ میں نے تین بار اجازت چاہی جب جواب نہ آیا تو میں اس حدیث پر عمل کر کے واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' اس پر کسی گواہ کو پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر انصار کے ایک مجمع میں پہنچے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اگر حضور ﷺ کا یہ حکم سنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دے۔ انصار نے کہا' یہ مسئلہ تو عام ہے۔ بیشک حضور ﷺ نے فرمایا ہے' ہم سب نے سنا ہے۔ ہم اپنے سب سے نوعمر لڑکے کو تیرے ساتھ کر دیتے ہیں' یہی گواہی دے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر کہا کہ میں نے بھی حضور ﷺ سے یہی سنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت مانگی۔ فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ تو کہہ دیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں۔ چنانچہ تین بار یہی ہوا۔ حضور ﷺ سلام کرتے۔ آپ جواب دیتے لیکن اس طرح کہ حضور ﷺ سنیں نہیں۔ اس کے بعد آپ وہاں سے واپس لوٹ چلے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے لپکے ہوئے آئے اور کہنے لگے یا رسول ﷺ اللہ' آپ کی تمام آوازیں میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا لیکن اس خیال سے کہ آپ کی دعائیں بہت ساری لوں اور زیادہ برکت حاصل کروں کہ جواب اس طرح نہ دیا کہ آپ کو سنائی دے' اب آپ چلئے۔ تشریف رکھئے چنانچہ حضور ﷺ گئے۔ انہوں نے آپ کے سامنے کشمش لا کر رکھی۔ آپؐ نے نوش فرمائیں اور فارغ ہو کر فرمانے لگے۔ تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا۔ فرشتے تم پر رحمت بھیج رہے ہیں' تمہارے ہاں روزے داروں نے روزہ کھولا۔

اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضور ﷺ نے سلام کیا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستہ جواب دیا تو ان کے لڑکے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت کیوں نہیں دیتے؟ آپؓ نے فرمایا' خاموش رہو' دیکھو حضور ﷺ دوبارہ سلام کہیں گے' ہمیں دوبارہ آپ کی دعا ملے گی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زعفران یا ورس سے رنگی ہوئی ایک چادر پیش کی جسے آپؐ نے جسم مبارک پر لپیٹ لی پھر ہاتھ اٹھا کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ' سعد بن عبادہ کی آل پر اپنے درود و رحمت نازل فرما۔ پھر حضور ﷺ نے وہیں کھانا تناول فرمایا۔ جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گدھے پر پالان کس لائے۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے پیش کیا اور اپنے لڑکے قیس سے کہا' تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جاؤ۔ یہ ساتھ چلے مگر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا' قیس آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا۔ حضور ﷺ مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا دو باتوں میں سے ایک تمہیں ضرور کرنی ہو گی یا تو میرے ساتھ اس جانور پر سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس جانا منظور کر لیا۔

یہ یاد رہے کہ اجازت مانگنے والا گھر کے دروازے کے بالمقابل کھڑا نہ رہے بلکہ دائیں بائیں قدرے کھسک کے کھڑا رہے۔ کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ جب کسی کے ہاں جاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ ادھر یا ادھر قدرے دور ہو کر زور سے سلام کہتے۔ اس وقت تک دروازوں پر پردے بھی نہیں ہوتے تھے۔ حضور ﷺ کے مکان کے دروازے کے سامنے ہی کھڑے ہو کر ایک شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے اسے تعلیم دی کہ نظر نہ پڑے' اسی لئے تو اجازت مقرر کی گئی ہے۔ پھر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر

آواز دینے کے کیا معنی؟ یا تو ذرا سا ادھر ہو جاؤ یا ادھر۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی تیرے گھر میں تیری اجازت کے بغیر جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا۔

حضرت جابرؓ ایک مرتبہ اپنے والد مرحوم کے قرضے کی ادائیگی کے فکر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دروازہ کھٹکانے لگے تو آپؐ نے پوچھا' کون صاحب ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''میں''۔ آپؐ نے فرمایا ''میں میں''۔ گویا آپؐ نے اس کہنے کو ناپسند فرمایا کیونکہ ''میں'' کہنے سے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون ہے جب تک کہ نام یا مشہور کنیت نہ بتائی جائے۔ ''میں'' تو ہر شخص اپنے لئے کہہ سکتا ہے۔ پس اجازت طلبی کا اصلی مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِستِئذَانُ' اِستِنَاس ایک ہی بات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی قرأت تھی اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی۔ لیکن یہ بہت غریب ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے مصحف میں حَتّٰی تُسَلِّمُوا عَلٰی اَهْلِهَا وَ تَسْتَاْذِنُوا ہے۔ صفوانؓ بن امیہ جب مسلمان ہو گئے' ایک مرتبہ کلدہ بن حنبل کو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ اس وقت وادی کے اونچے حصے میں تھے۔ یہ سلام کئے بغیر اور اجازت لئے بغیر ہی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ۔ اور کہو السلام علیکم۔ کیا میں آؤں؟ اور حدیث میں ہے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص آپ کے گھر آیا اور کہنے لگا میں اندر آ جاؤں؟ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا' جاؤ اور اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھاؤ کہ پہلے تو سلام کرے۔ پھر دریافت کرے۔ اس شخص نے یہ سن لیا اور اسی طرح سلام کر کے اجازت چاہی آپؐ نے اجازت دے دی اور وہ اندر گئے۔ ایک اور حدیث میں ہے' آپؐ نے اپنی خادمہ سے فرمایا تھا (ترمذی) اور حدیث میں ہے' کلام سے پہلے سلام ہونا چاہئے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ترمذی میں موجود ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے لیکن دھوپ کی تاب نہ لا سکے تو ایک قریشی کی جھونپڑی کے پاس پہنچ کر فرمایا' السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ اس نے کہا سلامتی سے آ جاؤ' آپ نے پھر یہی کہا اس نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ کے پاؤں جل رہے تھے' کبھی اس قدم پر سہارا لیتے' کبھی اس قدم پر' فرمایا یوں کہو کہ آ جاؤ۔ اس نے کہا۔ آ جاؤ۔ اب آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ کے پاس چار عورتیں گئیں۔ اجازت چاہی کہ کیا ہم آ جائیں؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں تم میں جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو۔ اسے کہو کہ وہ اجازت لے۔ تو ایک عورت نے پہلے سلام کیا پھر اجازت مانگی۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی۔ پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اپنی ماں اور بہنوں کے پاس بھی جانا ہو تو ضرور اجازت لے لیا کرو۔ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عورت نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ میں بعض دفعہ گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ اگر میرے باپ بھی آ جائیں یا میرا اپنا لڑکا بھی اس وقت آ جائے تو مجھے برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ حالت ایسی نہیں ہوتی کہ اس وقت کسی کی بھی نگاہ مجھ پر پڑے تو میں ناخوش نہ ہوؤں۔ اور گھر والوں میں سے کوئی آ ہی جاتا ہے۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ فرماتا ہے تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خوف الٰہی رکھتا ہو۔ اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو۔ اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑے بیٹھے ہیں۔ حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا۔ میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں۔ کیا ان کے پاس جانے کے لئے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں ضرور اجازت طلب کیا کرو۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے لیکن آپ نے فرمایا' کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا نہیں' فرمایا پھر ضرور اجازت مانگا کرو۔ میں نے پھر یہی سوال دوہرایا تو آپ نے فرمایا' کیا تو اللہ کا حکم مانے گا یا نہیں؟ میں نے کہا' ہاں مانوں گا۔ آپ نے فرمایا پھر بغیر اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ۔ حضرت

طاؤس رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ محرمات ابدیہ پر ان کی عریانی کی حالت میں نظر پڑ جائے' اس سے زیادہ برائی میرے نزدیک اور کوئی نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع کے نہ جاؤ۔ عطار رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ بیوی کے پاس بھی بغیر اجازت کے نہ جائے؟ فرمایا یہاں اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہ قول بھی محمول ہے اس پر کہ اس سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں لیکن تاہم اطلاع ضرور ہونی چاہئے۔ ممکن ہے وہ اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند بھی اس حالت پر اسے دیکھے۔

حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میرے پاس گھر میں آتے تو کھنگھار کر آتے۔ کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تا کہ گھر والوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے چنانچہ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی بھی یہی کئے ہیں کہ کھنگھار دینا' تھوک دینا وغیرہ۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مستحب ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں جانا چاہے' باہر سے ہی کھنگھار دے یا جوتیوں کی آہٹ سنا دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سفر سے رات کے وقت بغیر اطلاع گھر آ جانے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس سے گویا گھر والوں کی خیانت کا پوشیدہ طور پر ٹٹولنا ہے۔ آپ ایک مرتبہ ایک سفر سے صبح کے وقت آئے تو حکم دیا کہ بستی کے پاس لوگ اتریں تا کہ مدینے میں خبر مشہور ہو جائے۔ شام کو اپنے گھروں میں جانا۔ اس لئے کہ اس اثناء میں عورتیں اپنی صفائی ستھرائی کر لیں۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا' سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' سبحان اللہ یا الحمدللہ یا اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ دینا یا کھنگھار دینا جس سے گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں آ رہا ہے۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین بار کی اجازت اس لئے مقرر کی ہے کہ پہلی دفعہ میں تو گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں ہے۔ دوسری دفعہ میں وہ سنبھل جائیں اور ہوشیار ہو جائیں۔ تیسری مرتبہ میں اگر وہ چاہیں اجازت دیں' چاہیں منع کر دیں۔ جب اجازت نہ ملے' پھر دروازے پر ٹھہرا رہنا برا ہے۔ لوگوں کو اپنے کام اور اشغال ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت اجازت نہیں دے سکتے۔ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں' جاہلیت کے زمانے میں سلام کا دستور نہ تھا ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن سلام نہ کرتے تھے۔ کسی کے ہاں جاتے تھے تو اجازت نہیں لیتے تھے۔ یونہی جا دھمکے۔ پھر کہہ دیا کہ میں آ گیا ہوں۔ تو بسا اوقات یہ گھر والے پر گراں گزرتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنے گھر میں کبھی ایسے حال میں ہوتا کہ اسے اس کا آنا بہت برا لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام برے دستور اچھے آداب سکھا کر بدل دیئے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہی طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس میں مکان والے کو' آنے والے کو دونوں کو راحت ہے۔ یہ چیزیں تمہاری نصیحت اور خیر خواہی کی ہیں۔ اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو بے اجازت اندر نہ جاؤ۔ کیونکہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ مالک مکان کو حق ہے اگر وہ چاہے اجازت دے' چاہے روک دے۔ اگر تمہیں کہا جائے' لوٹ جاؤ تو تمہیں واپس چلے جانا چاہئے۔ اس میں برا ماننے کی بات نہیں بلکہ یہ تو بڑا ہی پیارا طریقہ ہے۔ بعض مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین افسوس کیا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی پوری عمر میں اس آیت پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا کہ کوئی ہم سے کہتا' لوٹ جاؤ اور ہم اس آیت کے ماتحت وہاں سے واپس ہو جاتے۔ اجازت نہ ملنے پر دروازے پر ٹھہرے رہنا بھی منع فرما دیا۔ اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔ یہ آیت اگلی آیت سے مخصوص ہے۔ اس میں ان گھروں میں بلا اجازت جانے کی رخصت ہے جہاں کوئی نہ ہو اور وہاں اس کا کوئی سامان وغیرہ ہو۔ جیسے کہ مہمان خانہ وغیرہ۔ یہاں جب پہلی مرتبہ اجازت مل گئی' پھر ہر بار کی اجازت ضروری نہیں۔ تو گویا یہ آیت پہلی آیت سے استثنا ہے۔ اسی طرح کے ایسے ہی تاجروں کے گودام مسافر خانے وغیرہ ہیں۔ اور اول بات زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ زیدؒ کہتے ہیں مراد اس سے بیت الشعر ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں' یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے' لوگ جو کچھ کریں اللہ سب سے خبردار ہے ○

حرام چیزوں پر نگاہ نہ ڈالو: ☆☆ (آیت:۳۰) حکم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا میں نے حرام کر دیا ہے' ان پر نگاہیں نہ ڈالو۔ حرام چیزوں سے آنکھیں نیچی کر لو۔ اگر بالفرض اچانک نظر پڑ جائے تو بھی دوبارہ یا نظر بھر کر نہ دیکھو۔ صحیح مسلم میں ہے' حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے اچانک نگاہ پڑ جانے کی بابت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا' اپنی نگاہ فوراً ہٹا لو۔ نیچی نگاہ کرنا یا ادھر ادھر دیکھنے لگ جانا' اللہ کی حرام کردہ چیز کو نہ دیکھنا آیت کا مقصود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر پر نظر نہ جماؤ' اچانک جو پڑ گئی وہ تو معاف ہے' قصداً معاف نہیں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا' راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے کہا' حضور ﷺ کام کاج کے لئے وہ تو ضروری ہے۔ آپؐ نے فرمایا' اچھا تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو۔ انہوں نے کہا وہ کیا؟ فرمایا' نیچی نگاہ رکھنا' کسی کو ایذا نہ دینا' سلام کا جواب دینا' اچھی باتوں کی تعلیم کرنا' بری باتوں سے روکنا۔ آپؐ فرماتے ہیں' چھ چیزوں کے تم ضامن ہو جاؤ' میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ بات کرتے ہوئے جھوٹ نہ بولو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔ نظر نیچی رکھو۔ ہاتھوں کو ظلم سے بچائے رکھو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

صحیح بخاری میں ہے' جو شخص زبان اور شرمگاہ کو اللہ کے فرمان کے ماتحت رکھے' میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ عبیدہ کا قول ہے کہ جس چیز کا نتیجہ نافرمانی رب ہو' وہ کبیرہ گناہ ہے چونکہ نگاہ پڑنے کے بعد دل میں فساد کھڑا ہوتا ہے' اس لئے شرمگاہ کو بچانے کے لئے نظریں نیچی رکھنے کا فرمان ہوا۔ نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ پس زنا سے بچنا بھی ضروری ہے اور نگاہ نیچی رکھنا بھی ضروری ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے۔ محرمات کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے اور دین صاف ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی نگاہ حرام چیزوں پر نہیں ڈالتے' اللہ ان کی آنکھوں میں نور بھر دیتا ہے۔ اور ان کے دل بھی نورانی کر دیتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں' جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے' پھر وہ اپنی نگاہ ہٹا لے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک ایسی عبادت اسے عطا فرماتا ہے جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ اس حدیث کی سندیں تو ضعیف ہیں مگر یہ رغبت دلانے کے بارے میں ہے۔ اور ایسی حدیثوں میں سند کی اتنی زیادہ دیکھ بھال نہیں ہوتی۔ طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دے گا۔ (اعاذنا اللہ من کل عذابہ) فرماتے ہیں' نظر ابلیسی تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص خوف الٰہی سے اپنی نگاہ روک رکھے' اللہ اس کے دل میں ایسا نور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اسے مزہ آنے لگتا ہے۔ لوگوں کا کوئی عمل اللہ پر پوشیدہ نہیں۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو' دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' ابن آدم کے ذمے اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پا لے گا' آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے' زبان کا زنا بولنا ہے' کانوں کا زنا سننا ہے' ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے' پیروں کا زنا چلنا ہے' دل خواہش' تمنا اور آرزو کرتا ہے' پھر شرمگاہ تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے۔ (رواہ البخاری تعلیقاً)

اکثر سلف لڑکوں کو گھورا گھاری سے بھی منع کرتے تھے۔ اکثر ائمہ صوفیہ نے اس بارے میں بہت کچھ سختی کی ہے۔ اہل علم کی جماعت نے اس کو مطلق حرام کہا ہے اور بعضوں نے اسے کبیرہ گناہ فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی مگر وہ آنکھ

جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے بند رہے اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگتی رہے اور وہ آنکھ جو خوف الٰہی سے رو دے۔ گو اس میں سے آنسو صرف مکھی کے سر کے برابر ہی نکلا ہو۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے مل جول کی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا ایسے نوکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں۔

مومنہ عورتوں کو تاکید: ☆☆ (آیت:۳۱) یہاں اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو چند حکم دیتا ہے تاکہ ان کے باغیرت مردوں کو تسکین ہو اور جاہلیت کی بری رسمیں نکل جائیں۔ مروی ہے کہ اسماء بنت مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان بنو حارثہ کے محلے میں تھا۔ ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زیور' سینے اور بال کھولے ہوئے آیا کرتی تھیں۔ حضرت اسماء نے کہا' یہ کیسی بری بات ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پس حکم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں۔ سوا اپنے خاوند کے کسی کو بہ نظر شہوت نہ دیکھنا چاہئے۔ اجنبی مردوں کی طرف تو دیکھنا ہی حرام ہے خواہ شہوت سے ہو خواہ بغیر شہوت کے۔ ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ پردہ کرلو۔ انہوں نے کہا' یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہیں۔ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا' تم تو نابینا نہیں ہو کہ اس کو نہ دیکھو؟ ہاں بعض علماء نے بے شہوت نظر کو حرام نہیں کہا۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ عید والے دن حبشی لوگوں نے مسجد میں ہتھیاروں کے کرتب شروع کئے اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ نے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ آپ دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ جی بھر گیا اور تھک کر چلی گئیں۔ عورتوں کو بھی اپنی عصمت کا بچاؤ چاہئے' بدکاری سے دور رہیں' اپنا آپ کسی کو نہ دکھائیں۔ اجنبی غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ کریں ہاں جس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہو اس کی اور بات ہے جیسے چادر اور اوپر کا کپڑا وغیرہ جن کا پوشیدہ رکھنا عورتوں کے لئے ناممکنات سے ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ' پہنچوں تک کے ہاتھ اور انگوٹھی

ہے۔لیکن ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ یہی زینت کے وہ محل ہیں جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے ممانعت کر دی۔

جب کہ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں یعنی بالیاں ہار پاؤں کا زیور وغیرہ۔فرماتے ہیں زینت دو طرح کی ہے۔ایک تو وہ جسے خاوند ہی دیکھے جیسے انگوٹھی اور کنگن اور دوسرے زینت وہ جسے غیر بھی دیکھیں جیسے اوپر کا کپڑا۔زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت میں جن رشتہ داروں کا ذکر ہے ان کے سامنے تو کنگن دوپٹہ بالیاں کھل جائیں تو حرج نہیں لیکن اور لوگوں کے سامنے صرف انگوٹھیاں ظاہر ہو جائیں تو پکڑ نہیں۔اور روایت میں انگوٹھیوں کے ساتھ ہی پیر کے خلخال کا بھی ذکر ہے۔ہوسکتا ہے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے منہ اور پہنچوں سے کی ہو۔جیسے ابوداؤد میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں کپڑے باریک پہنے ہوئے تھیں تو آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو سوا اس کے اور اس کے یعنی چہرے کے اور پہنچوں کے اس کا کوئی عضو دکھانا ٹھیک نہیں۔لیکن یہ مرسل ہے۔خالد بن دریک رحمتہ اللہ علیہ اسے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا مائی صاحبہ سے ملاقات کرنا ثابت نہیں۔واللہ اعلم۔

عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے بکل مالیں تاکہ سینہ اور گلے کا زیور چھپا رہے۔جاہلیت میں اس کا بھی رواج نہ تھا۔عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتیں تھیں۔بسا اوقات گردن اور بال چوٹی بالیاں وغیرہ صاف نظر آتی تھیں۔ایک اور آیت میں ہے اے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔خمر خمار کی جمع ہے۔خمار کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو ڈھانپ لے۔چونکہ دوپٹہ سر کو ڈھانپ لیتا ہے اس لئے اسے بھی خمار کہتے ہیں۔پس عورتوں کو چاہئے کہ اپنی اوڑھنی سے یا کسی اور کپڑے سے اپنا گلا اور سینہ بھی چھپائے رکھیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے شروع شروع ہجرت کی تھی کہ جب یہ آیت اتری انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے۔بعض نے اپنے تہبد کے کنارے کاٹ کر ان سے سر ڈھک لیا۔ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس عورتوں نے قریش عورتوں کی فضیلت بیان کرنی شروع کی تو آپؓ نے فرمایا ان کی فضیلت کی قائل میں بھی ہوں لیکن واللہ میں نے انصار کی عورتوں سے افضل عورتیں نہیں دیکھیں۔ان کے دلوں میں جو کتاب اللہ کی تصدیق اور اس پر کامل ایمان ہے وہ بے شک قابل قدر ہے۔

سورہ نور کی آیت وَلْيَضْرِبْنَ بخمرهن جب نازل ہوئی اور ان کے مردوں نے گھر میں جاکر یہ آیت انہیں سنائی اسی وقت ان عورتوں نے اس پر عمل کر لیا اور صبح کی نماز میں وہ آئیں تو سب کے سروں پر دوپٹے موجود تھے۔گویا ڈول رکھے ہوئے ہیں۔اس کے بعد ان مردوں کا بیان فرمایا جن کے سامنے عورت ہو سکتی ہے اور بغیر بناؤ سنگھار کے ان کے سامنے شرم وحیاء کے ساتھ آ جا سکتی ہے گو ظاہری بعض زینت کی چیزوں پر بھی ان کی نظر پڑ جائے۔سوائے خاوند کے کہ اس کے سامنے تو عورت اپنا پورا بناؤ سنگھار زیب وزینت کرے گو چچا اور ماموں بھی ذی محرم ہیں لیکن ان کا نام یہاں اس لئے نہیں لیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے بیٹوں کے سامنے ان کے محاسن بیان کریں۔اس لئے ان کے سامنے بغیر دوپٹے کے نہ آنا چاہئے۔پھر فرمایا تمہاری عورتیں یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اس زینت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔اہل ذمہ کی عورتوں کے سامنے اس لئے رخصت نہیں دی گئی کہ بہت ممکن ہے وہ اپنے مردوں میں ان کی خوبصورتی اور زینت کا ذکر کریں۔گو مومن عورتوں سے بھی یہ خوف ہے مگر شریعت نے چونکہ اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے مسلمان عورتیں تو ایسا نہ کریں گی لیکن ذمی کافروں کی عورتوں کو اس سے کون سی چیز روک سکتی ہے؟ بخاری ومسلم میں ہے کہ کسی عورت کو جائز نہیں۔کہ دوسری عورت سے مل کر اس کے

اوصاف اپنے خاوند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں حمام میں جاتی ہیں ان کے ساتھ مشرکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ سنو! کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ بھی اَوْ نِسَآءِ هِنَّ کی تفسیر میں فرماتے ہیں' مراد اس سے مسلمان عورتیں ہیں تو ان کے سامنے وہ زینت ظاہر کر سکتی ہے جو اپنے ذی محرم رشتے داروں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔ یعنی گلا' بالیاں اور ہار۔ پس مسلمان عورت کو ننگے سر کسی مشرکہ عورت کے سامنے ہونا جائز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ بیت المقدس پہنچے تو ان کی بیویوں کے لئے دایہ یہودیہ اور نصرانیہ عورتیں ہی تھیں۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے تو محمول ہوگا ضرورت پر یا ان عورتوں کی ذلت پر۔ پھر اس میں غیر ضروری جسم کا کھلنا بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔ ہاں مشرکہ عورتوں میں جو لونڈیاں باندیاں ہوں' وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ بعض کہتے ہیں' غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس انہیں دینے کے لیے ایک غلام لے کر آئے۔ حضرت فاطمہؓ اسے دیکھ کر اپنے آپ کو اپنے دوپٹے میں چھپانے لگیں۔ لیکن چونکہ کپڑا چھوٹا تھا' سر ڈھانپتی تھیں تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانپتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا بیٹی کیوں تکلیف کرتی ہو' میں تو تمہارا والد ہوں اور یہ تمہارا غلام ہے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے' اس غلام کا نام عبداللہ بن مسعدہ تھا۔ یہ فرازی تھے۔ سخت سیاہ فام۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پرورش کر کے آزاد کر دیا تھا۔ صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت مخالف تھے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا۔ تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ اتنا اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد' پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہو گئی ہو تو چاہئے کہ اس سے پردہ کرے۔ پھر بیان فرمایا کہ نوکر چاکر کام کاج کرنے والے ان مردوں کے سامنے جو مردانگی نہیں رکھتے' عورتوں کی خواہش جنہیں نہیں۔ اس مطلب کے ہی وہ نہیں' ان کا حکم بھی ذی محرم مردوں کا ہے یعنی ان کے سامنے بھی اپنی ایسی زینت کے اظہار میں مضائقہ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سست ہو گئے ہیں' عورتوں کے کام کے ہی نہیں۔ لیکن وہ مخنث اور ہیجڑے جو بدزبان اور برائی کے پھیلانے والے ہوتے ہیں' ان کا یہ حکم نہیں۔ جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک ایسا ہی شخص حضور ﷺ کے گھر آیا تھا۔ چونکہ اسے اسی آیت کے ماتحت آپ کی ازواج مطہرات نے سمجھا' اسے منع نہ کیا تھا۔ اتفاق سے اسی وقت رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ اس وقت وہ حضرت ام سلمہ کے بھائی عبداللہ سے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب طائف کو فتح کرائے گا تو میں تجھے غیلان کی لڑکی دکھاؤں گا کہ آتے ہوئے اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں۔ اسے سنتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا' خبردار ایسے لوگوں کو ہرگز نہ آنے دیا کرو۔ اس سے پردہ کرلو۔ چنانچہ اسے مدینے سے نکال دیا گیا۔ بیداء میں یہ رہنے لگا۔ وہاں سے جمعہ کے روز آ جاتا اور لوگوں سے کھانے پینے کو کچھ لے جاتا۔ چھوٹے بچوں کے سامنے ہونے کی اجازت ہے جو اب تک عورتوں کے مخصوص اوصاف سے واقف نہ ہوں۔ عورتوں پر ان کی للچائی ہوئی نظریں نہ پڑتی ہوں۔ ہاں جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں کہ ان میں تمیز آ جائے' عورتوں کی خوبیاں ان کی نگاہوں میں جچنے لگیں' خوبصورت بدصورت کا فرق معلوم کرلیں۔ پھر ان سے بھی پردہ ہے گو وہ پورے جوان نہ بھی ہوئے ہوں۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱

اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے' اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ ۝

(آیت:۳۱) صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا' لوگو عورتوں کے پاس جانے سے بچو' پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ دیور جیٹھ؟ آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے۔ پھر فرمایا کہ عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر زور زور سے مار کر نہ چلیں۔ جاہلیت میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ زور سے پاؤں زمین پر رکھ کر چلتی تھیں تا کہ پیر کا زیور بجے۔ اسلام نے اس سے منع فرما دیا۔ پس عورت کو ہر ایک ایسی حرکت منع ہے جس سے اس کا کوئی چھپا ہوا سنگھار کھل سکے۔ پس اسے گھر سے عطر اور خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی ممنوع ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ہر آنکھ زانیہ ہے۔ عورت جب عطر لگا کر' پھول پہن کر' مہکتی ہوئی مردوں کی کسی مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عورت خوشبو سے مہکتی ہوئی ملی۔ آپؓ نے اس سے پوچھا' کیا تو مسجد سے آ رہی ہے؟ اس نے کہا' ہاں' فرمایا کیا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے کہ جو عورت اس مسجد میں آنے کے لئے خوشبو لگائے' اس کی نماز نامقبول ہے جب تک کہ وہ لوٹ کر جنابت کی طرح غسل نہ کر لے۔ ترمذی میں ہے کہ اپنی زینت کو غیر جگہ ظاہر کرنے والی عورت کی مثال قیامت کے اس اندھیرے جیسی ہے جس میں نور نہ ہو۔ ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا' عورتو! تم ادھر ادھر ہو جاؤ۔ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہئے۔ یہ سن کر عورتیں دیوار سے لگی لگی چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑتے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے مومنو! میری بات پر عمل کرو' ان نیک صفتوں کو لے لو۔ جاہلیت کی بدخصلتوں سے رک جاؤ۔ پوری فلاح اور نجات اور کامیابی اسی کے لئے ہے جو اللہ کا فرماں بردار ہو۔ اس کے منع کردہ کاموں سے رک جاتا ہو۔ اللہ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىِٕكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲

تم میں سے جو مرد عورت مجرد ہوں' ان کا نکاح کر دیا کرو اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی اور اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے امیر بنا دے گا' اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے ۝

نکاح اور شرم و حیا کی تعلیم: ☆☆ (آیت:۳۲-۳۴) اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرما دیئے ہیں اولاً نکاح کا۔ علماء کی جماعت کا خیال ہے کہ جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو' اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے۔ نکاح نظر کو نیچی رکھنے والا' شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے طاقت نہ ہو وہ لازمی طور پر روزے رکھے۔ یہی اس کے لئے خصی ہونا ہے (بخاری و مسلم) سنن میں ہے' آپ فرماتے ہیں' زیادہ اولاد جن سے ہونے کی امید ہو' ان سے نکاح کرو تاکہ نسل بڑھے' میں تمہارے ساتھ اور امتوں میں فخر کرنے والا ہوں۔ ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ کچے گرے ہوئے بچے کی گنتی کے ساتھ بھی۔

ایامی جمع ہے ایم کی۔ جوہریؒ کہتے ہیں اہل لغت کے نزدیک بے بیوی کا مرد اور بے خاوند کی عورت کو' ایم' کہتے ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو۔ پھر مزید رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر وہ مسکین بھی ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل وکرم سے مالدار بنادے گا خواہ وہ آزاد ہوں خواہ وہ غلام ہوں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے' تم نکاح کے بارے میں اللہ کا حکم مانو' وہ تم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' امیری کو نکاح میں طلب کرو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تین قسم کے لوگوں کی مدد کا اللہ کے ذمے حق ہے۔ نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے' وہ لکھت لکھ دینے والا غلام جس کا ارادہ ادائیگی کا ہو' وہ غازی جو اللہ کی راہ میں نکلا ہو۔ (ترمذی وغیرہ)

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہئے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل وکرم سے مالدار بنادے' تمہارا غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادگی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کردیا کرو۔ اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے' اس میں سے انہیں بھی دو۔ تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں' انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو' اور جو انہیں مجبور کردے تو اللہ اس پر جبر کے بعد بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے ○

اسی کی تائید میں وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا نکاح ایک عورت سے کرادیا جس کے پاس سوائے تہمد کے اور کچھ نہ تھا یہاں تک کہ لوہے کی انگوٹھی بھی اس کے پاس سے نہیں نکلی تھی۔ اس فقیری اور مفلسی کے باوجود آپ نے اس کا نکاح کرادیا اور مہر یہ ٹھہرایا کہ جو قرآن اسے یاد ہے' اپنی بیوی کو یاد کرادے۔ یہ اسی بنا پر کہ نظریں اللہ کے فضل وکرم پر تھیں کہ وہ مالک انہیں وسعت دے گا اور اتنی روزی پہنچائے گا کہ اسے اور اس کی بیوی کو کفایت ہو۔ ایک حدیث اکثر لوگ وارد کیا کرتے ہیں کہ فقیری میں بھی نکاح کیا کرو۔ اللہ تمہیں غنی کردے گا' میری نگاہ سے تو یہ حدیث نہیں گزری۔ نہ کسی قوی سند سے نہ ضعیف سند سے۔ اور نہ ہمیں ایسی لاپتہ روایت کی اس مضمون میں کوئی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کی اس آیت اور ان حدیثوں میں یہ چیز موجود ہے۔ فالحمدللہ۔ پھر حکم دیا کہ جنہیں نکاح کا مقدور نہیں' وہ حرام کاری سے بچے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' اے جوان عمر کے لوگو' تم میں سے جو نکاح کی وسعت رکھتے ہوں' وہ نکاح کرلیں' یہ نگاہ کو نیچی کرنے والا' شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو' وہ اپنے ذمے روزوں کا رکھنا ضروری کرلے۔ یہی اس کے لئے خصی ہونا ہے۔ یہ آیت مطلق ہے اور سورہ نساء کی آیت اس سے خاص ہے یعنی یہ فرمان وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا پس لونڈیوں سے نکاح

کرنے سے صبر کرنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں اولاد پر غلامی کا حرف آتا ہے۔ عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مرد کسی عورت کو دیکھے اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہو اسے چاہئے کہ اگر اس کی بیوی موجود ہو تو اس کے پاس چلا جائے ورنہ اللہ کی سلطنت میں نظریں ڈالے اور صبر کرے یہاں تک کہ سلطنت اسے غنی کر دے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع ۸

ہم نے تمہاری طرف کھلی اور روشن آیتیں اتار دی ہیں اور ان لوگوں کی کہاوتیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ○

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادگی کی بابت کوئی تحریر کرنی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کر کے اپنے آقا کو دے دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ اکثر علماء فرماتے ہیں یہ حکم ضروری نہیں' فرض و واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے۔ آقا کو اختیار ہے کہ غلام جب کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اسی قدر روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کر دو تو اسے اختیار ہے۔ خواہ اس قسم کا معاہدہ کرے یا نہ کرے۔ علماء کی ایک اور جماعت آیت کے ظاہری الفاظ کو لے کر کہتی ہے کہ آقا پر واجب ہے کہ جب اس کا غلام اس سے اپنی آزادگی کی بابت تحریر چاہے' وہ اس کی بات کو قبول کر لے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام سیرین نے جو مالدار تھا' ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کر لو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا' دربار فاروقی میں مقدمہ گیا' آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر لکھوادی۔ (بخاری)

عطار رحمتہ اللہ علیہ سے دونوں قول مروی ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا پہلا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے' مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ واجب نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادگی کی تحریر کر دے اللہ کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ کہ بطور وجوب کے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مختار قول وجوب کا ہے۔ خیر سے مراد امانت داری' سچائی' مال اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' اگر تم اپنے ان غلاموں میں جو تم سے مکاتبت کرنا چاہیں' مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پوری کرو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو۔ یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے اس میں سے کچھ معاف کر دو۔ چوتھائی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ۔

یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ سے ان کی مدد کرو' آقا بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تاکہ وہ مقررہ رقم پوری کر کے آزاد ہو جائے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ پر برحق ہے' ان میں سے ایک یہ بھی ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابوامیہ نے مکاتبہ کیا تھا جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ' اپنی اس رقم میں دوسروں سے بھی مدد طلب کرو' اس نے جواب دیا کہ امیرالمومنین آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے۔ فرمایا'

نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کے اس فرمان کو ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے۔ پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ کر سکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آ جائے۔ ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کر دیتے۔ ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ چوتھائی چھوڑ دو لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اپنی لونڈیوں سے زبردستی بدکاریاں نہ کراؤ۔ جاہلیت کے بدترین طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی لونڈیوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ زنا کاری کرائیں اور وہ رقم اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آ کر اس بدرسم کو توڑا۔ منقول ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے بارے میں اتری ہے' وہ ایسا ہی کرتا تھا تاکہ روپیہ بھی ملے' لونڈی زادوں سے شان ریاست بھی بڑھے۔ اس کی لونڈی کا نام معاذہ تھا۔ اور روایت میں ہے اس کا نام مسیکہ تھا۔ اور یہ بدکاری سے انکار کرتی تھی۔ جاہلیت میں تو یہ کام چلتا رہا یہاں تک کہ اسے ناجائز اولاد بھی ہوئی لیکن اسلام لانے کے بعد اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس منافق نے اسے زدوکوب کیا۔ پس یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ بدر کا ایک قریشی قیدی عبداللہ ابن ابی کے پاس تھا' وہ چاہتا تھا کہ اس کی لونڈی سے ملے' لونڈی بوجہ اپنے اسلام کے حرام کاری سے بچتی تھی۔ عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ اس قریشی سے ملے' اس لئے اسے مجبور کرتا تھا اور مارتا پیٹتا تھا۔ پس یہ آیت اتری۔

اور روایت میں ہے کہ یہ سردار منافقین اپنی اس لونڈی کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے بھیج دیا کرتا تھا۔ اسلام کے بعد اس لونڈی سے جب یہ ارادہ کیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی یہ مصیبت بیان کی۔ حضرت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار محمدیؐ میں یہ بات پہنچائی۔ آپ نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو اس کے ہاں نہ بھیجو۔ اس نے لوگوں میں غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو محمد ﷺ ہماری لونڈیوں کو چھین آپؐ نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو اس کے ہاں نہ بھیجو۔ اس نے لوگوں میں غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو محمد ﷺ ہماری لونڈی کو چھین لیتا ہے اس پر یہ آسمانی حکم اترا۔ ایک روایت میں ہے کہ مسیکہ اور معاذ دو لونڈیاں دو شخصوں کی تھیں جو ان سے بدکاری کراتے تھے۔ اسلام کے بعد مسیکہ اور اس کی ماں نے آ کر حضور ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ لونڈیاں پاک دامنی کا ارادہ کریں' اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اگر ان کا ارادہ یہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت واقعہ یہی تھا۔ اس لئے یوں فرمایا گیا۔ پس اکثریت اور غلبہ کے طور پر یہ فرمایا گیا ہے' کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔ اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ مال حاصل ہو' اولادیں ہوں جو لونڈیاں غلام بنیں۔ حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگانے کی اجرت' بدکاری کی اجرت' کاہن کی اجرت سے منع فرما دیا۔ ایک اور روایت میں ہے' زنا کی خرچی اور پچھنے لگانے والی کی قیمت اور کتے کی قیمت خبیث ہے۔

پھر فرماتا ہے' جو شخص ان لونڈیوں پر جبر کرے تو انہیں تو اللہ بوجہ ان کی مجبوری کے بخش دے گا اور ان کے مالکوں کو جنہوں نے ان پر دباؤ' زور زبردستی ڈالی تھی' انہیں پکڑ لے گا۔ اس صورت میں یہی گنہگار رہیں گے۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات میں رحیم کے بعد وَاِثْمُهُنَّ عَلٰی مَنْ اَكْرَهَهُنَّ ہے۔ یعنی اس حالت میں جبر اور زبردستی کرنے والوں پر گناہ ہے۔ مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا سے' بھول سے اور جن کاموں پر وہ مجبور کر دیئے جائیں' ان پر زبردستی کی جائے' ان سے درگزر فرمایا ہے۔ ان احکام کو تفصیل وار بیان کرنے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ روشن و واضح آیات تمہارے سامنے بیان فرما دیں' اگلے لوگوں کے واقعات بھی تمہارے سامنے آ چکے کہ ان کی مخالفت حق کا انجام کیا اور کیسا ہوا؟ وہ ایک افسانہ بنا دیئے گئے اور آنے والوں کے لئے ایک عبرتناک واقعہ بنا دیئے گئے کہ متقی ان سے عبرت حاصل کریں اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچیں۔ حضرت علی رضی اللہ

عنہ فرماتے تھے' قرآن میں تمہارے اختلافات کے فیصلے موجود ہیں۔تم سے پہلے زمانہ کے لوگوں کی خبریں موجود ہیں۔بعد میں ہونے والے امور کے احوال کا بیان ہے۔یہ مفصل ہے' بکواس نہیں۔اسے جو بھی بے پرواہی سے چھوڑے گا' اسے اللہ برباد کردے گا اور جو اس کے سوا دوسری کتاب میں ہدایت تلاش کرے گا' اسے اللہ گمراہ کردے گا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا' اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو ○

مدبر کائنات نور ہی نور ہے: ☆☆ (آیت: ۳۵) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اللہ ہادی ہے' آسمان والوں اور زمین والوں کا۔وہی ان دونوں میں سورج چاند اور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' نور اللہ ہدایت ہے۔ابن جریر اسی کو اختیار کرتے ہیں۔حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں' اس کے نور کی مثال یعنی اس کا نور رکھنے والے مومن کی مثال جس کے سینے میں ایمان و قرآن ہے' اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔اولاً اپنے نور کا ذکر کیا' پھر مومن کی نورانیت کا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے کے نور کی مثال بلکہ حضرت ابی اس کو اس طرح پڑھتے تھے مَثَلُ نُوْرِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ابن عباس کا اس طرح پڑھنا بھی مروی ہے كَذٰلِكَ نُوْرُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ۔بعض کی قرات میں اَللّٰهُ نُوَّرَ ہے یعنی اس نے آسمان و زمین کو نورانی بنا دیا ہے۔سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اسی کے نور سے آسمان و زمین روشن ہیں۔

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو۔وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی' خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے گو اسے مطلقاً آگ لگی ہی نہ ہو' نور پر نور ہے۔اللہ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے' لوگوں کے سمجھانے کو یہ مثالیں اللہ بیان فرمارہا ہے' اللہ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے ○

سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ جس دن اہل طائف نے رسول اللہ ﷺ کو بہت ایذا پہنچائی تھی' آپ نے اپنی دعا میں فرمایا تھا اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَ اَنْ يَّحِلَّ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَنْزِلَ بِيْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔اس دعا میں ہے کہ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ میں آرہا ہوں جو اندھیروں کو روشن کر دیتا ہے اور جس پر دنیا و آخرت کی صلاحیت موقوف ہے۔صحیحین کی حدیث میں ہے' حضور ﷺ رات کو تہجد کے لئے اٹھتے' تب یہ فرماتے کہ الٰہی تیرے ہی لئے سب تعریف سزاوار ہے' تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے' سب کا نور ہے۔ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' تمہارے رب کے ہاں رات اور دن نہیں' اس کے چہرے کے نور کی وجہ سے اس کے عرش کا نور ہے۔

نُوْرِہٖ کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک تو لفظ اللہ ہی ہے یعنی اللہ کی ہدایت جو مومن کے دل میں ہے' اس کی مثال یہ ہے اور بعض کے نزدیک مومن ہے جس پر سیاق کلام کی دلالت ہے یعنی مومن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ایک شخص ہے جو اپنے رب کی دلیل اور ساتھ ہی شہادت لئے ہوئے ہے پس مومن کے دل کی صفائی کو بلور کے فانوس سے مشابہت دی اور پھر قرآن اور شریعت سے جو مدد اسے ملتی رہتی ہے' اس کو زیتون کے اس تیل سے تشبیہ دی جو خود صاف شفاف' چمکیلا اور روشن ہے۔ پس طاق اور طاق میں چراغ اور وہ بھی روشن چراغ۔ یہودیوں نے اعتراضاً کہا تھا کہ اللہ کا نور آسمانوں کے پار کیسے ہوتا ہے؟ تو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جیسے فانوس کے شیشے سے روشنی۔ پس فرمایا کہ اللہ آسمان وزمین کا نور ہے۔ مشکوٰۃ کے معنی گھر کے طاق کے ہیں۔ یہ مثال اللہ نے اپنی فرمانبرداری کی دی ہے اور اپنی اطاعت کو نور فرمایا ہے۔ پھر اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' حبشہ کے لغت میں اسے طاق کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں' ایسا طاق جس میں کوئی اور سوراخ وغیرہ نہ ہو۔ فرماتے ہیں اسی میں قندیل رکھی جاتی ہے۔ پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی قندیل رکھنے کی جگہ۔ چنانچہ قرآن میں بھی ہے کہ اس میں چراغ ہے۔ پس مصباح سے مراد نور ہے یعنی قرآن اور ایمان جو مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔ سدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں' چراغ مراد ہے۔

پھر فرمایا یہ روشنی جس میں بہت ہی خوبصورتی ہے' یہ صاف قندیل میں ہے' یہ مومن کے دل کی مثال ہے۔ پھر وہ قندیل ایسی ہے جیسے موتی جیسا چمکیلا روشن ستارہ۔ اس کی دوسری قرات درّی اور درّی بھی ہے۔ یہ ماخوذ ہے دَرْءٌ سے جس کے معنی دفع کے ہیں۔ جب کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے' اس وقت وہ بہت روشن ہوتا ہے اور جو ستارے غیر معروف ہیں' انہیں بھی عرب دراری کہتے ہیں۔ مطلب چمکدار اور روشن ستارہ ہے جو خوب ظاہر ہو اور بڑا ہو۔ پھر اس چراغ میں تیل بھی مبارک درخت زیتون کا ہو۔ زَیْتُوْنَۃٍ کا لفظ بدل ہے' عطف بیان ہے۔ پھر وہ زیتون کا درخت بھی نہ مشرقی ہے کہ اول دن سے اس پر دھوپ آ جائے۔ اور نہ مغربی ہے کہ غروب سورج سے پہلے اس پر سے سایہ ہٹ جائے بلکہ وسط جگہ میں ہے۔ صبح سے شام تک سورج کی صاف روشنی میں رہے۔

پس اس کا تیل بھی بہت صاف' چمک دار اور معتدل ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ وہ درخت میدان میں ہے۔ کوئی درخت' پہاڑ' غار یا کوئی اور چیز اسے چھپائے ہوئے نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس درخت کا تیل بہت صاف ہوتا ہے۔ عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھلی ہوا اور صاف دھوپ اسے پہنچتی رہتی ہے کیونکہ وہ کھلے میدان میں درمیان کی جگہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا تیل بہت پاک صاف اور روشن چمک دار ہوتا ہے اور اسے نہ مشرقی کہہ سکتے ہیں نہ مغربی۔ ایسا درخت بہت سرسبز اور کھلا ہوتا ہے۔ پس جیسے یہ درخت آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے' اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ اگر کسی فتنے کی آزمائش میں پڑتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔ پس اسے چار صفتیں قدرت دے دیتی ہے (۱) بات میں سچ (۲) حکم میں عدل (۳) بلا پر صبر (۴) نعمت پر شکر۔ پھر وہ اور تمام انسانوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی زندہ جو مردوں میں ہو۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اگر یہ درخت دنیا میں زمین پر ہوتا تو ضرور تھا کہ مشرقی ہو یا مغربی لیکن یہ تو نور خدا کی مثال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نیک مرد کی جو نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ ان سب اقوال میں بہترین قول پہلا قول ہے کہ وہ درمیانہ زمین میں ہے کہ صبح سے شام تک بے روک ہوا اور دھوپ پہنچتی ہے کیونکہ چاروں طرف سے کوئی آڑ نہیں تو لامحالہ ایسے درخت کا تیل بہت زیادہ صاف ہوگا اور لطیف اور چمکدار ہوگا۔

اسی لئے فرمایا کہ خود وہ تیل اتنا لطیف ہے کہ گویا بغیر جلائے روشنی دے۔ نور پر نور ہے۔ یعنی ایمان کا نور' پھر اس پر نیک اعمال کا نور۔ خود زیتون کا تیل روشن' پھر وہ جل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے پس اسے پانچ نور حاصل ہو جاتے ہیں' اس کا کلام نور ہے' اس کا عمل نور ہے

اس کا آنا نور ہے اس کا جانا نور ہے اور اس کا آخری ٹھکانا نور ہے یعنی جنت- کعب رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے رسول اللہ ﷺ کی کہ آپ کی نبوت اس قدر ظاہر ہے کہ گو آپ زبانی نہ بھی فرمائیں تاہم لوگوں پر ظاہر ہو جائے- جیسے یہ زیتون کہ بغیر روشن کئے روشن ہے- تو دونوں یہاں جمع ہیں- ایک زیتون کا ایک آگ کا- ان کے مجموعے سے روشنی حاصل ہوئی- اسی طرح نور قرآن اور نور ایمان جمع ہو جاتے ہیں اور مومن کا دل روشن ہو جاتا ہے- اللہ تعالیٰ جسے پسند فرمائے اپنی ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے- حضور ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا- پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا- جسے وہ نور پہنچا' اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا' وہ گمراہ ہوا- اس لئے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق چل کر خشک ہو گیا- (مسند وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دے کر پھر فرمایا کہ اللہ یہ مثالیں لوگوں کے سمجھنے کے لئے بیان فرما رہا ہے- اس کے علم میں بھی کوئی اس جیسا نہیں' وہ ہدایت وضلالت کے ہر مستحق کو بخوبی جانتا ہے- مسند کی ایک حدیث میں ہے' دلوں کی چار قسمیں ہیں- ایک تو صاف اور روشن- ایک غلاف دار اور بندھا ہوا- ایک الٹا اور اوندھا- ایک پھرا ہوا' الٹا سیدھا- پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے- اور دوسرا دل کافر کا دل ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا- پہچان لیا پھر منکر ہو گیا- چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی ہے- ایمان کی مثال تو اس میں ترکاری کے درخت کی مانند ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال دمثل پھوڑے کے ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے- اب ان میں سے جو غالب آ گیا' وہ اس دل پر چھا جاتا ہے-

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿۳۶﴾

ان گھروں میں جن کے ادب واحترام کا اور نام الٰہی وہاں لئے جانے کا حکم ربانی ہے' وہاں صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں O

مومن کے دل سے مماثلت: ☆☆ (آیت:۳۶) مومن کے دل کی اور اس میں جو ہدایت وعلم ہے' اس کی مثال اوپر والی آیت میں اس روشن چراغ سے دی تھی جو شیشہ کی ہانڈی میں ہو اور صاف زیتون کے روشن تیل سے جل رہا ہو- اس لئے یہاں اس کی جگہ بیان فرمائی کہ ان کی موجودگی مسجدوں میں ہو جو سب سے زیادہ بہترین اور محبوب الٰہی جگہ ہیں- جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید بیان کی جاتی ہے- جن کی نگہبانی اور پاک صاف رکھنے کا اور بیہودہ اقوال وافعال سے بچانے کا حکم اللہ نے دیا ہے- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اَنْ تُرْفَعَ کے معنی اس میں بیہودگی نہ کرنے کے ہیں- قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' مراد اس سے یہی مسجدیں ہیں جن کی تعمیر' آبادی' ادب اور پاکیزگی کا حکم اللہ نے دیا ہے- کعب رحمتہ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ زمین پر مسجدیں میرا گھر ہیں جو بھی باوضو میرے گھر پر میری ملاقات کے لئے آئے گا' میں اس کی عزت کروں گا' ہر اس شخص پر جس سے ملنے کے لئے کوئی اس کے گھر آئے' حق ہے کہ وہ اس کی تکریم کرے (تفسیر ابن ابی حاتم) مسجدوں کے بنانے اور ان کا ادب احترام کرنے' انہیں خوشبودار اور پاک صاف رکھنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جنہیں بحمد اللہ میں نے ایک مستقل کتاب میں لکھا ہے یہاں بھی ان میں سے تھوڑی بہت وارد کرتا ہوں' اللہ مدد کرے' اسی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی جیسا گھر جنت میں بناتا ہے (بخاری ومسلم) فرماتے ہیں نام اللہ کے ذکر کئے جانے کے لئے جو شخص

مسجد بنائے' اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔ (ابن ماجہ) حضور ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور پاک صاف اور خوشبودار رکھی جائیں (ترمذی وغیرہ)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے' لوگوں کے لئے مسجدیں بناؤ جہاں انہیں جگہ ملے لیکن سرخ یا زرد رنگ سے بچو تا کہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں۔ (بخاری شریف) ایک ضعیف سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تک کسی قوم نے اپنی مسجدوں کو ٹیپ ٹاپ والا' نقش ونگار اور رنگ وروغن والا نہ بنایا' ان کے اعلام برے نہیں ہوئے (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے۔ آپ فرماتے ہیں' مجھے مسجدوں کو بلند و بالا اور پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابن عباسؓ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ تم یقیناً مسجدوں کو مزین' منقش اور رنگ دار کرو گے جیسے کہ یہود ونصاریٰ نے کیا (ابوداؤد) فرماتے ہیں' قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں آپس میں ایک دوسرے پر فخر وغرور نہ کرنے لگیں (ابوداؤد وغیرہ) ایک شخص مسجد میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈتا ہوا آیا اور کہنے لگا' کوئی جو مجھے میرے سرخ رنگ اونٹ کا پتہ دے۔ آپ نے بددعا کی کہ اللہ کرے تجھے نہ ملے۔ مسجدیں تو جس مطلب کے لئے بنائی گئی ہیں' اسی کام کے لئے ہیں (مسلم) حضور ﷺ نے مسجدوں میں خرید وفروخت' تجارت کرنے سے اور وہاں اشعار کے گائے جانے سے منع فرمادیا ہے (احمد وغیرہ)

فرمان ہے کہ جسے مسجد میں خرید فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب کسی کو گم شدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ کرے نہ ملے۔ (ترمذی) ارشاد ہے' بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں' مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے' مسجد میں ہتھیار نہ نکالے جائیں۔ مسجد میں تیر کمان پر نہ لگایا جائے' نہ تیر پھیلائے جائیں نہ کچا گوشت لایا جائے' نہ یہاں حد ماری جائے' نہ یہاں باتیں اور قصے کہے جائیں' نہ اسے بازار بنایا جائے (ابن ماجہ)

فرمان ہے کہ ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو' دیوانوں کو' خرید فروخت کو' لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو اور حد جاری کرنے کو اور تلواروں کے ننگی کرنے کو روکو۔ ان کے دروازوں پر وضو وغیرہ کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکادو (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے۔ بعض علماء نے ضرورت کے بغیر مسجدوں کو گزرگاہ بنانا مکروہ کہا ہے۔ ایک اثر میں ہے کہ جو شخص بغیر نماز پڑھے مسجد سے گزر جائے' فرشتے اس پر تعجب کرتے ہیں۔ ہتھیاروں اور تیروں سے جو منع فرمایا' یہ اس لئے کہ مسلمان وہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے لگ جائے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ کوئی تیر یا نیزہ لے کر گزرے تو اسے چاہئے کہ اس کا پھل اپنے ہاتھ میں رکھے تا کہ کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ کچا گوشت لانا اس لئے منع ہے کہ خوف ہے اس میں سے خون نہ ٹپکے جیسے کہ حائضہ عورت کو بھی اسی وجہ سے مسجد میں آنے کی ممانعت کردی گئی ہے۔ مسجد میں حد لگانا اور قصاص لینا اس لئے منع کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ شخص مسجد کو نجس کردے۔ بازار بنانا اس لئے منع ہے کہ وہ خرید وفروخت کی جگہ ہے اور مسجد میں یہ دونوں باتیں منع ہیں۔ کیونکہ مسجدیں ذکر اللہ اور نماز کی جگہ ہیں۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا تھا جس نے مسجد کے کسی گوشے میں پیشاب کردیا تھا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں بلکہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز کی جگہ ہے۔ پھر اس کے پیشاب پر ایک بڑا ڈول پانی کا بہانے کا حکم دیا۔ دوسری حدیث میں ہے' اپنے بچوں کو اپنی مسجدوں سے روکو اس لئے کہ کھیل کود ہی ان کا کام ہے اور مسجد میں یہ مناسب نہیں۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی بچے کو مسجد میں کھیلتا ہوا دیکھ لیتے تو اسے کوڑے سے پیٹتے اور عشا کی نماز کے بعد مسجد میں کسی کو نہ رہنے دیتے۔ دیوانوں کو بھی مسجدوں سے روکا گیا کیونکہ وہ بے عقل ہوتے ہیں اور لوگوں کے مذاق کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مسجد اس تماشے کے لائق نہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ ان کی نجاست وغیرہ کا خوف ہے۔ بیع وشرا سے روکا گیا کیونکہ وہ ذکر اللہ سے مانع ہے۔ جھگڑوں کی مصلاحتی مجلس منعقد کرنے سے اس لئے منع کردیا گیا کہ اس میں آوازیں بلند ہوتی ہیں ایسے الفاظ بھی نکل

جاتے ہیں جو آداب مسجد کے خلاف ہیں۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ فیصلے مسجد میں نہ کئے جائیں اسی لئے اس جملے کے بعد بلند آواز سے منع فرمایا۔ سائب بن یزید کندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے کنکر پھینکا' میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے مجھ سے فرمانے لگے' جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ' جب میں آپ کے پاس انہیں لایا تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ تم کون ہو؟ یا پوچھا ''کہ تم کہاں کے ہو'؟ انہوں نے کہ ''ہم طائف کے رہنے والے ہیں'' ۔ آپ نے فرمایا' اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم مسجد نبویؐ میں اونچی اونچی آوازوں سے بول رہے ہو (بخاری) ایک شخص کی اونچی آواز سن کر جناب فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ ''جانتا بھی ہے کہ تو کہاں ہے''؟ (نسائی) اور مسجد کے دروازوں پر وضو کرنے اور پاکیزگی حاصل کرنے کی جگہ بنانے کا حکم دیا۔ مسجد نبوی کے قریب ہی کنویں تھے جن میں سے پانی کھینچ کر پیتے تھے اور وضو اور پاکیزگی حاصل کرتے تھے۔ اور جمعہ کے دن اسے خوشبو دار کرنے کا حکم ہوا کیونکہ اس دن لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابویعلی موصلی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کے دن مسجد نبویؐ کو مہکا دیا کرتے تھے۔ بخاری ومسلم میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز انسان کی اکیلی نماز پر جو گھر میں یا دوکان پر پڑھی جائے' پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے' یہ اس لئے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کے ارادے سے چلتا ہے تو ہر ایک قدم کے اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور جب نماز پڑھ چکتا ہے' پھر جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ رہے' فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ الٰہی اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور اس پر رحم کر۔ اور جب تک جماعت کے انتظار میں رہے' نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ دار قطنی میں ہے' مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

سنن میں ہے' اندھیروں میں مسجد جانے والوں کو خوشخبری سنادو کہ انہیں قیامت کے دن پورا پورا نور ملے گا۔ یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں جانے والا پہلے اپنا داہنا قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں آتے' یہ کہتے اَعُوذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ فرمان ہے کہ جب کوئی شخص یہ پڑھتا ہے' شیطان کہتا ہے' میرے شر سے یہ تمام دن کے لئے محفوظ ہو گیا۔ مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ تم میں سے جب کوئی مسجد میں جانا چاہے' یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ الٰہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے باہر جائے' یہ کہے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ پروردگار تو میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو اللہ کے نبی ﷺ پر سلام بھیجے۔ پھر اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھے اور جب مسجد سے نکلے تو نبی اللہ ﷺ پر سلام بھیج کر اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ جب آپ مسجد میں آتے تو درود پڑھ کر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود کے بعد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ پڑھتے۔ اس حدیث کی سند متصل نہیں۔ الغرض یہ اور ان جیسی اور بہت سی حدیثیں اس آیت کے متعلق ہیں جو مسجد اور احکام مسجد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور آیت میں ہے' تم ہر مسجد میں اپنا منہ سیدھا رکھو۔ اور خلوص کے ساتھ صرف اللہ کو پکارو۔ ایک اور آیت میں ہے کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ اس کا نام ان میں لیا جائے یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے۔ صبح وشام وہاں اس اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ آصال جمع ہے اصیل کی' شام کے وقت کو اصیل کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جہاں کہیں قرآن میں تسبیح کا لفظ ہے' وہاں مراد نماز ہے۔ پس یہاں مراد صبح کی اور عصر کی نماز ہے۔ پہلے پہلے یہی دو نمازیں فرض ہوئی تھیں پس وہی یاد دلائی گئیں۔ ایک قرات میں یَسبَّحُ ہے اور اس قرات پر آصال پر پورا وقف ہے اور رِجَالٌ سے پھر دوسری بات شروع ہے گویا کہ وہ مفسر ہے فاعل محذوف کے لئے۔ تو گویا کہا گیا کہ وہاں تسبیح کون کرتے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ ایسے لوگ' اور یُسَبَّحُ کی قرات پر رِجَالٌ فاعل ہے تو وقف فاعل کے بیان کے بعد چاہئے۔ کہتے ہیں' رِجَالٌ صا شارہ ہے ان کے بہترین مقاصد اور ان کی پاک نیتوں اور اعلیٰ کاموں کی طرف' یہ اللہ کے گھروں کے آباد رکھنے والے ہیں۔ اس کی عبادت کی جگہیں ان سے زینت پاتی ہیں' توحید اور شکرگزاری کرنے والے ہیں۔ جیسے فرمان ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ الخ' یعنی مومنوں میں ایسے بھی مرد ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کئے تھے' انہیں پورے کر دکھایا۔ ہاں عورتوں کے لئے تو مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' عورت کی نماز اپنے گھر میں بہتر ہے' اس کے حجرے کی نماز سے اور اس کے حجرے کی نماز سے اس کے اندر والے کمرے کی نماز افضل ہے۔ مسند میں ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا' حضور ﷺ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا بہت پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا' یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تیری اپنے گھر کی نماز صحن کی نماز سے اور حجرے کی نماز گھر کی نماز سے اور گھر کی کوٹھڑی کی نماز حجرے کی نماز سے افضل ہے۔ اور محلے کی مسجد سے افضل گھر کی نماز ہے اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے افضل ہے۔ یہ سن کر مائی صاحبہ نے اپنے گھر کے بالکل انتہائی حصے میں ایک جگہ کو بطور مسجد کے مقرر کرلیا اور آخری گھڑی تک وہیں نماز پڑھتی رہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ہاں البتہ عورتوں کے لئے بھی مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ضرور ہے۔ بشرطیکہ مردوں پر اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں اور نہ خوشبو لگا کر نکلیں۔ صحیح حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو (بخاری و مسلم وغیرہ) ابوداؤد میں ہے کہ عورتوں کے لئے ان کے گھر افضل ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ وہ خوشبو استعمال کر کے نہ نکلیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا' جب تم میں سے کوئی مسجد آنا چاہے تو خوشبو کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔ صحیحین میں ہے کہ مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں آتی تھیں' پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی چلی جاتی تھیں اور بوجہ رات کے اندھیرے کے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ عورتوں نے یہ جو نئی نئی باتیں نکالیں ہیں' اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو پالیتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسے کہ بنواسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ (بخاری و مسلم)۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ الزَّكَوٰةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی ○ اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی بھی

عطا فرمائے اللہ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے ○

(آیت: ۳۷-۳۸) ایسے لوگ جنہیں خرید فروخت یاد الٰہی سے نہیں روکتی - جیسے ارشاد ہے ایمان والو! مال و اولاد تمہیں ذکر اللہ سے غافل نہ کر دے - سورہ جمعہ میں ہے کہ جمعہ کی اذان سن کر ذکر اللہ کی طرف چل پڑو اور تجارت چھوڑ دو - مطلب یہ ہے کہ ان نیک لوگوں کو دنیا اور متاع دنیا' آخرت اور ذکر اللہ سے غافل نہیں کر سکتی' انہیں آخرت اور آخرت کی نعمتوں پر یقین کامل ہے اور انہیں ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں اور یہاں کی چیزوں کو فانی جانتے ہیں' اس لئے انہیں چھوڑ کر اس طرف توجہ کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو' اس کی محبت کو' اس کے احکام کو مقدم کرتے ہیں - حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ تجارت پیشہ حضرات کو اذان سن کر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا' یہ لوگ انہی میں سے ہیں - ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے -

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سوداگری یا تجارت کروں اگر چہ اس میں مجھے ہر دن تین سو اشرفیاں ملتی ہوں لیکن میں نمازوں کے وقت یہ سب چھوڑ کر ضرور چلا جاؤں گا' میرا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ تجارت کرنا حرام ہے بلکہ یہ ہے کہ ہم میں یہ وصف ہونا چاہئے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے - سالم بن عبداللہ نماز کے لئے جا رہے تھے - دیکھا کہ مدینہ شریف کے سوداگر اپنی اپنی دوکانوں پر کپڑے ڈھک کر نماز کے لئے گئے ہوئے ہیں اور کوئی بھی دوکان پر موجود نہیں تو یہی آیت پڑھی اور فرمایا یہ انہی میں سے ہیں جن کی تعریف جناب باری نے فرمائی ہے - اس بات کا سلف میں یہاں تک خیال تھا کہ ترازو اٹھائے تول رہے ہیں اور اذان کان میں پڑی تو ترازو رکھ دی اور مسجد کی طرف چل دیئے - فرض نماز با جماعت مسجد میں ادا کرنے کا انہیں عشق تھا - وہ نماز کے اوقات کی' ارکان اور آداب کی حفاظت کے ساتھ نمازوں کے پابند تھے - یہ اس لئے کہ دلوں میں خوف الٰہی تھا' قیامت کا آنا برحق جانتے تھے' اس دن کی خوفناکی سے واقف تھے کہ سخت تر گھبراہٹ اور کامل پریشانی اور بے حد الجھن کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جائیں گی' دل اڑ جائیں گے' کلیجے دہل جائیں گے - جیسے فرمان ہے کہ میرے نیک بندے میری محبت کی بنا پر مسکینوں' یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے کھلا رہے ہیں' ہمارا مقصد تم سے شکریہ طلب کرنے یا بدلہ لینے کا نہیں - ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے جب کہ لوگ مارے رنج و غم کے منہ بسورے ہوئے اور تیوریاں بدلے ہوئے ہوں گے - پس اللہ ہی انہیں اس دن کی مصیبتوں سے نجات دے گا اور انہیں تر و تازگی' بشاشت' ہنسی خوشی اور راحت و آرام سے ملا دے گا - اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا -

یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کی نیکیاں مقبول ہیں' ان کی برائیاں معاف ہیں' ان کے ایک ایک اعمال کا بہترین بدلہ مع زیادتی اور فضل الٰہی کے انہیں ضرور ملنا ہے - جیسے فرمان ہے' اللہ تعالیٰ بقدر ایک ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا - اور آیت میں ہے' نیکی دس گنا کر دی جاتی ہے - اور آیت میں ہے' جو اللہ کو اچھا قرض دے گا' اسے اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر زیادہ سے زیادہ کر کے دے گا - فرمان ہے یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وہ بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے - یہاں فرمان ہے' وہ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے - حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مرتبہ دودھ لایا گیا' آپ نے اپنی مجلس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو پلانا چاہا مگر سب روزے سے تھے - اس لئے آپ ہی کے پاس پھر سے برتن آیا - آپ نے یہی آیت یَخَافُوْنَ سے پڑھی اور پی لیا -

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' قیامت کے دن جب کہ اول و آخر سب جمع ہوں گے' اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم دے گا جو با آواز بلند ندا کرے گا' جسے تمام اہل محشر سنیں گے کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ پھر فرمائے گا' وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں لین دین اور تجارت ذکر الٰہی سے روکتا نہ تھا پس وہ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت ہی کم ہوں گے' سب

سے پہلے انہیں حساب سے فارغ کر دیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں' ان کی نیکیوں کا اجر یعنی جنت بھی انہیں ملے گی اور مزید فضل الٰہی یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ احسان کئے ہوں گے' وہ مستحق شفاعت ہوں گے۔ ان سب کی شفاعت کا منصب انہیں حاصل ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ع

کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدانوں میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔ ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے' اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے ○ یا مثل ان اندھیریوں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو۔ پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں' الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے در پے ہیں' جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی غالباً نہ دیکھ سکے' بات یہ ہے کہ جسے اللہ ہی نور نہ دے' اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی ○

دو قسم کے کافر: ☆☆ (آیت: ۳۹-۴۰) یہ دو مثالیں ہیں اور دو قسم کے کافروں کی ہیں۔ جیسے سورہ بقرہ کے شروع میں دو مثالیں دو قسم کے منافقوں کی بیان ہوئی ہیں۔ ایک آگ کی ایک پانی کی۔ اور جیسے کہ سورہ رعد میں ہدایت وعلم کی جو انسان کے دل میں جگہ پکڑ جائے۔ ایسی ہی دو مثالیں آگ اور پانی کی بیان ہوئی ہیں۔ دونوں سورتوں میں ان آیتوں کی تفسیر کامل گزر چکی ہے۔ فالحمدللہ۔ یہاں پہلی مثال تو ان کافروں کی ہے جو کفر کی طرف دوسروں کو بھی بلاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت گمراہ ہیں۔ ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی پیاسے کو جنگل میں دور سے ریت کا چمکتا ہوا تودہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اسے پانی کا موج دریا سمجھ بیٹھتا ہے۔ قِيْعَةٌ جمع ہے قَاعٌ کی جیسے جار کی جمع ہے جیرہ۔ اور قاع واحد بھی ہوتا ہے اور جمع قیعان ہوتی ہے جیسے جار کی جمع جیران ہے۔ معنی اس کے چٹیل وسیع پھیلے ہوئے میدان کے ہیں۔ ایسے ہی میدانوں میں سراب نظر آیا کرتے ہیں۔ دوپہر کے وقت بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا وسیع دریا لہریں لے رہا ہے۔ جنگل میں جو پیاسا ہو' پانی کی تلاش میں اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور اسے پانی سمجھ کر جان توڑ کوشش کر کے وہاں تک پہنچتا ہے لیکن حیرت وحسرت سے اپنا منہ لپیٹ لیتا ہے' دیکھتا ہے کہ وہاں پانی کا قطرہ چھوڑ نام ونشان بھی نہیں۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ اعمال کئے ہیں' بہت سی بھلائیاں جمع کر لی ہیں لیکن قیامت والے دن دیکھیں گے کہ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہیں یا تو ان کی بدنیتی سے وہ غارت ہو چکی ہے یا شرع کے مطابق نہ ہونے سے وہ برباد ہو گئی ہے۔ غرض ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کے کام جہنم رسید ہو چکے ہیں یہاں یہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں۔

حساب کتاب کے موقعہ پر اللہ خود موجود ہے اور وہ ایک ایک عمل کا حساب لے رہا ہے اور کوئی عمل ان کا قابل ثواب نہیں نکلتا۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ یہودیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے رہے؟ وہ جواب دیں گے کہ اللہ کے بیٹے عزیر

کی- کہا جائے گا کہ جھوٹے ہو- اللہ کا کوئی بیٹا نہیں- اچھا بتاؤ اب کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اللہ ہم بہت پیاسے ہو رہے ہیں ہمیں پانی پلوایا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو وہ کیا نظر آ رہا ہے؟ تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟ اب انہیں دور سے جہنم ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں سراب ہوتا ہے جس پر جاری پانی کا دھوکہ ہوتا ہے یہ وہاں جائیں گے اور دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے- یہ تو جہل مرکب والوں کی مثال تھی- اب جہل بسیط والوں کی مثال سنئے جو کورے مقلد تھے اپنی گرہ کی عقل مطلق نہیں رکھتے تھے مندرجہ بالا مثال والے آئمہ کفر کی کوری تقلید کرتے تھے اور آنکھیں بند کئے ان کی آواز پر لگے ہوئے تھے کہ ان کی مثال گہرے سمندر کی تہہ کے اندھیروں جیسی ہے جسے اوپر سے تہہ بہ تہہ موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو اور پھر اوپر سے ابر ڈھانکے ہوئے ہوں- یعنی اندھیرے پر اندھیرا ہو- یہاں تک کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو- یہی حال ان سفلے جاہل کافروں کا ہے کہ نرے مقلد ہیں یہاں تک کہ جس کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسے بھی صحیح طور پر نہیں پہچانتے' اس کا بھی حق یا ناحق پر ہونا انہیں معلوم نہیں- کوئی ہے جس کی تقلید کر رہے ہیں لیکن معلوم نہیں کہ وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟ چنانچہ مثالاً کہا جاتا ہے کہ کسی جاہل سے پوچھا گیا' کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ان کے ساتھ جا رہا ہوں- پوچھنے والے نے پھر دریافت کیا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں- پس جیسے اس سمندر پر موجیں اٹھ رہی ہیں' اسی طرح کافر کے دل پر' اس کے کانوں پر' اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں- جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے-

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ الخ' تو نے انہیں دیکھا جنہوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے اور اللہ نے انہیں علم پر بہکا دیا ہے اور ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے- ابی بن کعب فرماتے ہیں ایسے لوگ پانچ اندھیروں میں ہوتے ہیں (۱) کلام (۲) عمل (۳) جانا (۴) آنا اور (۵) انجام- سب اندھیروں میں ہیں- جسے اللہ اپنے نور کی طرف ہدایت نہ کرے' وہ نورانیت سے خالی رہ جاتا ہے- جہالت میں مبتلا رہ کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے- جیسے فرمایا مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ جسے اللہ گمراہ کرے' اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہوتا- یہ اس کے مقابل ہے جو مومنوں کی مثال کے بیان میں فرمایا تھا کہ اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے جسے چاہے- اللہ تعالیٰ عظیم و کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں نور پیدا کر دے اور ہمارے دائیں بائیں بھی نور عطا فرمائے اور ہمارے نور کو بڑھا دے اور اسے بہت بڑا اور زیادہ کرے آمین-

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۴۲﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ آسمان و زمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے کل پرند اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں' ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے' لوگ جو کچھ کریں' اس سے اللہ بخوبی واقف ہے ○ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے' اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ○

ہر ایک تسبیح خوان ہے : ☆☆ (آیت: ۴۱-۴۲) کل کے کل انسان' جنات' فرشتے اور حیوان یہاں تک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں- ایک اور جگہ ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں' سب اللہ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں- اپنے پروں سے اڑنے والے پرند بھی اپنے رب کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں- ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی' اللہ نے انہیں

سکھا دی ہے' سب کو اپنی عبادت کے مختلف جداگانہ طریقے سکھا دیئے ہیں اور اللہ پر کوئی کام مخفی نہیں۔ وہ عالم کل ہے۔ حاکم' متصرف' مالک مختار کل' معبود حقیقی' آسمان وزمین کا بادشاہ صرف وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے' وہ جو چاہے گا' اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا۔ برے لوگ برا بدلہ پائیں گے۔ نیک نیکیوں کا پھل حاصل کریں گے۔ خالق مالک وہی ہے۔ دنیا اور آخرت کا حاکم حقیقی وہی ہے اور اسی کی ذات لائق حمد وثنا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے۔ پھر انہیں ملاتا ہے۔ پھر انہیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان میں سے مینہ برستا ہے' وہی آسمان کی جانب سے اولوں کے پہاڑوں میں سے اولے برساتا ہے۔ پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے' بادل ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی ○ اللہ ہی دن اور رات کو ردو بدل کرتا رہتا ہے' آنکھوں والوں کے لئے تو اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں ○

بادل مرحلہ وار : ☆☆ (آیت: ۴۳-۴۴) پتلے دھوئیں جیسے بادل اول اول تو قدرت الٰہی سے اٹھتے ہیں پھر مل جل کر وہ جسیم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں پھر ان میں سے بارش برستی ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں' زمین کو قابل بناتی ہیں' پھر ابر کو اٹھاتی ہیں' پھر انہیں ملاتی ہیں' پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں' پھر برس پڑتے ہیں۔ پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا ذکر ہے۔ اس جملے میں پہلا من ابتداء غایت کا ہے۔ دوسرا تبعیض کا۔ تیسرا بیان جنس کا۔ یہ اس تفسیر کی بنا پر ہے کہ آیت کے معنی یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں۔ اور جن کے نزدیک یہاں پہاڑ کا لفظ ابر کے لئے ہی بطور کنایہ ہے' ان کے نزدیک من ثانیہ بھی ابتداء غایت کے لئے ہے لیکن وہ پہلے کا بدل ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں اللہ برسانا چاہے' وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں اور جہاں نہ چاہے نہیں برستے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے کھیتیاں اور باغات خراب کر دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے' انہیں بچا لیتا ہے۔ پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے' وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے۔ دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے' رات کو چھوٹی کر کے دن کو بڑا کر دیتا ہے۔ یہ تمام نشانیاں ہیں جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں' اللہ کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش' رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾

تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے' ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں' بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں' بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں' اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ بلا شک وشبہ ہم نے روشن اور واضح آیتیں اتار دی ہیں۔ اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر اور فرمانبردار ہوئے۔ پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے' یہ ایمان والے ہیں ہی نہیں ○ جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے ○

ایک ہی پانی اور مختلف اجناس کی پیدائش: ☆☆ (آیت:۴۵) اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے۔ سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں۔ حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ وہ بڑا قادر ہے' جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے' جو نہیں چاہتا' ہرگز نہیں ہو سکتا' وہ قادر کل ہے۔

(آیت:۴۶) یہ حکمت بھرے احکام' یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ ہی نے بیان فرمائی ہیں۔ عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے۔ رب جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگائے۔

منافق کی زبان اور' دل اور: ☆☆ (آیت:۴۷-۴۸) منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ زبان سے تو ایمان واطاعت کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اس کے خلاف ہیں۔ عمل کچھ ہے' قول کچھ ہے۔ اس لئے کہ دراصل ایمان دار نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص بادشاہ کے سامنے بلوایا جائے اور وہ نہ جائے' وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے۔ جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے' قرآن وحدیث کے ماننے کو کہا جاتا ہے تو یہ منہ پھیر لیتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں جیسے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ سے صُدُوْدًا تک کی آیتوں میں بیان گزر چکا ہے۔ ہاں اگر انہیں شرعی فیصلے میں اپنا نفع نظر آتا ہو تو لمبے لمبے کلمے پڑھتے ہوئے گردن ہلاتے ہوئے ہنسی خوشی چلے آئیں گے اور جب معلوم ہو جائے کہ شرعی فیصلے ان کی طبعی خواہش کے خلاف ہیں' دنیوی مفاد کے خلاف ہیں تو حق کی طرف مڑ کر دیکھیں گے بھی نہیں۔ پس ایسے لوگ پکے کافر

ہیں۔ اس لئے کہ تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ ان کے دلوں میں ہی بے ایمانی گھر کر گئی ہے یا انہیں دین الٰہی کی حقانیت میں شکوک ہیں یا خوف ہے کہ کہیں اللہ اور رسول ان کا حق نہ مار لیں' ان پر ظلم وستم کریں گے اور یہ تینوں صورتیں کفر کی ہیں۔ اللہ ان میں سے ہر ایک کو جانتا ہے' جو جیسا باطن میں ہے' اس کے پاس وہ ظاہر ہے۔

دراصل یہی لوگ جابر ہیں' ظالم ہیں' اللہ اور رسول اللہ اس سے پاک ہیں۔ حضور علیہ السلام کے زمانے میں ایسے کافر جو ظاہر میں مسلمان تھے' بہت سے تھے انہیں جب اپنا مطلب قرآن وحدیث میں نکلتا نظر آتا تو خدمت نبویؐ میں اپنے جھگڑے پیش کرتے اور جب انہیں دوسروں سے مطلب براری نظر آتی تو سرکار محمد علیہ السلام میں آنے سے صاف انکار کر جاتے۔ پس یہ آیت اتری اور حضور علیہ السلام نے فرمایا' جن دو شخصوں میں کوئی جھگڑا ہو اور وہ اسلامی حکم کے مطابق فیصلے کی طرف بلایا جائے اور وہ اس سے انکار کرے' وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾

ع ۱۰ / ۱۲

ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرماں بردار ہو کر ان کی طرف چلے آتے ہیں ○ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا یہ شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اللہ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کر دیں' بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے بے انصاف ہیں ○ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا' یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ○ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں' خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں' وہی نجات پانے والے ہیں ○

(آیت:۴۹-۵۲) پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول علیہ السلام کے سوا کسی تیسری چیز کو داخل دین نہیں سمجھتے۔ وہ تو قرآن وحدیث سنتے ہیں' اس کی دعوت کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا۔ یہ کامیاب بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدری صحابی ہیں' انصاری ہیں' انصاروں کے ایک سردار ہیں' انہوں نے اپنے بھتیجے جنادہ بن امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ سننا اور ماننا سختی میں بھی' آسانی میں بھی' خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی' اس وقت بھی جب کہ تیرا حق دوسرے کو دیا جا رہا ہو' اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ۔ کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھینیں۔ ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا۔ کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کچھ کہے' ہرگز نہ ماننا۔ کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا۔ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت کی' اللہ کی'

اس کے رسول کی خلیفتہ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام کا مضبوط کڑا اللہ کی وحدانیت کی گواہی، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے۔ جو احادیث و آثار کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اللہ کی اطاعت کے بارے میں اور مسلمان بادشاہوں کی ماننے کے بارے میں مروی ہیں، وہ اس کثرت سے ہیں کہ سب یہاں کسی طرح بیان ہو ہی نہیں سکتیں۔ جو شخص اللہ اور رسول کا تابع فرمان بن جائے، جو حکم ملے بجالائے، جس چیز سے روک دیں، رک جائے، جو گناہ ہو جائے، اس سے خوف کھاتا رہے، آئندہ کے لئے اس سے بچتا رہے، ایسے لوگ تمام بھلائیوں کو سمیٹنے والے اور تمام برائیوں سے بچ جانے والے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں وہ نجات یافتہ ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۗ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۗ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۗ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

بڑی پختگی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ہوتے ہی یہ نکل کھڑے ہوں گے، کہہ دے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ۔ تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے ○ کہہ دے کہ اللہ کا حکم مانو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب وہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو، سنو رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے ○

مکار منافق: ☆☆ (آیت: ۵۳-۵۴) اہل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ پیغمبر رب ﷺ کے پاس آ کر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کے لئے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بے قرار ہیں، آپ کے حکم کی دیر ہے، فرمان ہوتے ہی گھر بار بال بچے چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان سے کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے۔ زبانی ڈینگیں بہت ہیں، عملی حصہ صفر ہے۔ تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے، دل میں کچھ ہے۔ زبان پر کچھ ہے۔ جتنی زبان مومن ہے، اتنا ہی دل کافر ہے۔ یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں۔ تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن اتنے بزدل ہیں کہ ان کا ساتھ خاک بھی نہیں دے سکتے۔ اس جملے کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہئے نہ کہ قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا۔ تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں۔ دیکھو نہ وہ قسمیں کھاتے ہیں نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں۔ اللہ پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں، وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔ ہر عاصی اور مطیع اس پر ظاہر ہے۔ ہر ایک کے باطن پر بھی اس کی نگاہیں ویسی ہی ہیں جیسی ظاہر پر گو تم ظاہر کچھ کرو لیکن وہ باطن پر بھی آگاہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یعنی قرآن اور حدیث کی اتباع کرو اگر تم اس سے منہ موڑ لو اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس

گناہ کا وبال میرے نبی ﷺ پر نہیں' اس کے ذمے تو صرف پیغام الٰہی پہنچانا اور ادائے امانت کر دینا ہے۔ تم پر وہ ہے جس کے ذمے دار تم ہو یعنی قبول کرنا' عمل کرنا وغیرہ۔ ہدایت صرف اطاعت رسول میں ہے اس لئے کہ صراط مستقیم کا داعی وہی ہے' جو صراط مستقیم اس اللہ تک پہنچاتی ہے' جس کی سلطنت تمام زمین و آسمان ہے۔ رسول ﷺ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہی ہے۔ سب کا حساب ہمارے ذمے ہے۔ جیسے فرمان ہے فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ الخ' تو صرف ناصح و واعظ ہے۔ انہیں نصیحت کر دیا کر' تو ان کا وکیل یا داروغہ نہیں۔

وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعیاً نبی کی طرف وحی الٰہی آئی کہ تو بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑا ہو جا۔ میں تیری زبان سے جو چاہوں گا' نکلواؤں گا چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو آپ کی زبان سے بہ حکم الٰہی یہ خطبہ بیان ہوا۔ اے آسمان سن' اے زمین خاموش رہ' اللہ تعالیٰ ایک شان پوری کرنا اور ایک امر کی تدبیر کرنا چاہتا ہے جسے وہ پورا کرنے والا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جنگلوں کو آباد کر دے' ویرانے کو بسا دے' صحراؤں کو سرسبز بنا دے' فقیروں کو غنی کر دے' چرواہوں کو سلطان بنا دے' ان پڑھوں میں سے ایک امی کو نبی بنا کر بھیجے' جو نہ بدگو ہو' نہ بد اخلاق ہو' نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والا ہو' اتنا مسکین صفت اور متواضع ہو کہ اس کے دامن کی ہوا سے چراغ بھی نہ بجھے جس کے پاس سے وہ گزرا ہو۔ اگر وہ سوکھے بانسوں پر پیر رکھ کر چلے تو بھی چرچراہٹ کسی کے کان میں نہ پہنچے۔ میں اسے بشیر و نذیر بنا کر بھیجوں گا' وہ زبان کا پاک ہو گا' اندھی آنکھیں اس کی وجہ سے روشن ہو جائیں گی' بہرے کان اس کے باعث سننے لگیں گے' غلاف والے دل اس کی برکت سے کھل جائیں گے۔ ہر ایک بھلے کام سے میں اسے سنوا دوں گا۔ ہر ایک خلق کریم سے میں اسے سرفراز فرماؤں گا۔ سکینت اس کا لباس ہو گی' نیکی اس کا وطیرہ ہو گا' تقویٰ اس کا ضمیر ہو گا۔ حکمت اس کی باتیں ہوں گی' صدق و وفا اس کی طبیعت ہو گی' عفو و درگزر کرنا اور عمدگی و بھلائی چاہنا اس کی خصلت ہو گی۔ حق اس کی شریعت ہو گا' عدل اس کی سیرت ہو گی' ہدایت اس کی امام ہو گی' اسلام اس کی ملت ہو گا' احمد اس کا نام ہو گا۔ (ﷺ) گمراہی کے بعد اس کی وجہ سے میں ہدایت پھیلا دوں گا' جہالت کے بعد علم چمک اٹھے گا' پستی کے بعد اس کی وجہ سے ترقی ہو گی۔ نادانی اس کی ذات سے دانائی میں بدل جائے گی۔ کمی زیادتی سے بدل جائے گی' فقیری کو اس کی وجہ سے میں امیری سے بدل دوں گا۔ اس کی ذات سے جدا جدا لوگوں کو میں ملا دوں گا' فرقت کے بعد الفت ہو گی' انتشار کے بعد اتحاد ہو گا' اختلاف کے بعد اتفاق ہو گا۔ مختلف دل' جداگانہ خواہشیں ایک ہو جائیں گی' بیشمار بندگان رب ہلاکت سے بچ جائیں گے۔ اس کی امت کو میں تمام امتوں سے بہتر کر دوں گا جو لوگوں کے نفع کے لئے ہو گی' بھلائیوں کا حکم کرنے والی' برائیوں سے روکنے والی ہو گی۔ موحد' مومن' مخلص ہوں گے' اللہ کے جتنے رسول علیہما السلام اللہ کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں' یہ سب کو مانیں گے' کسی کے منکر نہ ہوں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں' اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو

ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا کہ میری عبادت کرتے رہیں گے۔ میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہی ہیں ○

عروج اسلام لازم ہے: ☆☆ (آیت: ۵۵) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ کی امت کو زمین کا مالک بنا دے گا' لوگوں کا سردار بنا دے گا' ملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا' بندگان رب ان سے دل شاد ہوں گے۔ آج یہ لوگوں سے لرزاں وترساں ہیں' کل یہ باامن واطمینان ہوں گے' حکومت ان کی ہوگی' سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی۔ الحمد للہ یہی ہوا بھی۔ مکہ' خیبر' بحرین' جزیرہ عرب اور یمن تو خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی موجودگی میں فتح ہو گیا۔ ہجر کے مجوسیوں نے جزیہ دے کر ماتحتی قبول کر لی' شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا۔ شاہ روم ہرقل نے تحفے تحائف روانہ کئے۔ مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفے بھیجے' اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے' عمان کے شاہوں نے بھی یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دیا۔ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ رحمتہ اللہ علیہ تو مسلمان ہی ہو گئے اور ان کے بعد جو والی حبشہ ہوا' اس نے بھی سرکار محمد ﷺ میں عقیدت مندی کے ساتھ تحائف روانہ کئے۔ پھر جب کہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنے محترم رسول ﷺ کو اپنی مہمانداری میں بلوالیا' آپ کی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھالی' جزیرہ عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا اور ساتھ ہی ایک جرار لشکر سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا کفر کے درختوں کو چھانٹ دیا اور اسلامی پودے ہر طرف لگا دیئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ امراء کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف لشکر اسلام کے جاں بازوں کو روانہ فرمایا انہوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے۔ پھر مصر کی طرف مجاہدین کا لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ بصریٰ' دمشق' حران وغیرہ کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے اور بہ الہام الٰہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ آسمان تلے کسی نبی کے بعد ایسے پاک خلیفوں کا دور نہیں ہوا۔ آپ کی قوت طبیعت' آپ کی نیک سیرت' آپ کے عدل کا کمال' آپ کی رب ترسی کی مثال دنیا میں آپ کے بعد تلاش کرنا محض بے سود اور بالکل لا حاصل ہے۔ تمام ملک شام' پورا علاقہ مصر' اکثر حصہ فارس آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا' سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے' خود کسریٰ کو منہ چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی' کامل ذلت واہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا۔ قیصر کو فنا کر دیا۔ نام مٹا دیا۔ شام کی سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا۔ قسطنطنیہ میں جا کر منہ چھپایا۔ ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کئے ہوئے بے شمار خزانے ان بندگان رب نے اللہ کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کئے اور اللہ کے وہ وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم ﷺ کی زبان سے کہلوائے تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق ومغرب کی انتہا تک اللہ کا دین پھیل جاتا ہے ربانی لشکر ایک طرف اقصی مشرق تک اور دوسری طرف انتہاء مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں۔ اور مجاہدین کی آب دار تلواریں اللہ کی توحید کو دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچا دیتی ہیں۔ اندلس' قبرص' قیروان وسبتہ یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ کسریٰ قتل کر دیا گیا۔ اس کا ملک تو ایک طرف نام ونشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزار ہا برس کے آتش کدے بجھا دیئے گئے اور ہر اونچے ٹیلے سے

صدائے اللہ اکبر آنے لگی۔ دوسری جانب مدائن' عراق' خراسان' اھواز سب فتح ہو گئے۔ ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخران کا بڑا بادشاہ خاقان خاک میں ملا' ذلیل وخوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہ خلافت عثمانی میں پہنچوائے۔ حق تو یہ ہے کہ مجاہدین کی ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی آپ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے۔ قرآن کے جمع کرنے' اس کے حفظ کرنے' اس کی اشاعت کرنے' اس کے سنبھالنے میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث سے نمایاں ہوئیں' وہ یقیناً عدیم المثال ہیں۔

آپ کے زمانے کو دیکھو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اس پیش گوئی کو دیکھو کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرق ومغرب دیکھ لی عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے۔[1] (مسلمانو! رب کے اس وعدے کو' پیغمبر کی اس پیش گوئی کو دیکھو پھر تاریخ کے اوراق پلٹو اور اپنی گذشتہ عظمت وشان کو دیکھو آؤ نظریں ڈالو کہ آج تک اسلام کا پرچم بحمد اللہ بلند ہے اور مسلمان ان مجاہدین کرام کی مفتوح زمینوں میں شاہانہ حیثیت سے چل پھر رہے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں۔ مسلمانو! حیف اور صد حیف اس پر جو قرآن وحدیث کے دائرے سے باہر نکلے' حسرت اور صد حسرت اس پر جو اپنے آبائی ذخیرے کو غیر کے حوالے کرے۔ اپنے آباؤ اجداد کے خون کے قطروں سے خریدی ہوئی چیز کو اپنی نالائقیوں اور بے دینیوں سے غیر کی بھینٹ چڑھاوے اور سکھ سے بیٹھا لیٹا رہے۔ اللہ ہمیں کامل ایمان عطا کر' اللہ ہمیں سچا ذوق دے۔ اللہ ہمیں اسلامی سپاہ بنا' اللہ ہمیں اپنے لشکر کی توفیق دے۔ اللہ ہمیں اپنا لشکری بنالے آمین آمین)

حضور ﷺ فرماتے ہیں' لوگوں کا کام بھلائی سے جاری رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفے ہوں گے' پھر آپ نے ایک جملہ آہستہ بولا جو راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن نہ سکے تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا' انہوں نے بیان کیا کہ یہ فرمایا ہے' یہ سب کے سب قریشی ہوں گے (مسلم) آپ نے یہ بات اس شام کو بیان فرمائی تھی جس دن حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رجم کیا گیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ ان بارہ خلیفوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ وہ خلیفے نہیں جو شیعوں نے سمجھ رکھے ہیں کیونکہ شیعوں کے اماموں میں تو بہت سے وہ بھی ہیں جنہیں خلافت وسلطنت کا کوئی حصہ بھی پوری عمر میں نہیں ملا تھا اور یہ بارہ خلفاء ہوں گے' سب کے سب قریشی ہوں گے' حکم میں عدل کرنے والے ہوں گے' ان کی بشارت اگلی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ یہ سب کے سب یکے بعد دیگرے ہوں گے بلکہ ان کا ہونا یقینی ہے خواہ پے در پے کچھ ہوں خواہ متفرق زمانوں میں کچھ ہوں۔ چنانچہ چاروں خلیفے تو بالترتیب ہوئے اول ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' پھر علی رضی اللہ عنہ ان کے بعد پھر سلسلہ ٹوٹ گیا پھر بھی ایسے خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے آگے چل کر بھی ہوں ان کے صحیح زمانوں کا علم اللہ ہی کو ہے ہاں اتنا یقینی ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی انہی بارہ میں سے ہوں گے جن کا نام حضور ﷺ کے نام سے' جن کی کنیت حضور ﷺ کی کنیت سے مطابق ہو گی' تمام زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم وناانصافی سے بھر گئی ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے' میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر کاٹ کھانے والا ملک ہو جائے گا۔ ابوالعالیہ" اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم دس سال تک مکے میں رہے' اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دنیا کو دعوت دیتے رہے لیکن یہ زمانہ پوشیدگی کا ڈر' خوف کا اور بے اطمینانی کا تھا' جہاد کا حکم نہیں آیا تھا۔ مسلمان بے حد کمزور تھے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ مدینے پہنچے اب جہاد کا حکم ملا۔ جہاد شروع

ہوا- دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا- اہل اسلام بہت خائف تھے- خطرے سے کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا' صبح شام صحابہؓ ہتھیاروں سے آراستہ رہتے تھے- ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اسی طرح خوف زدہ ہی رہیں گے؟ یارسول اللہ ﷺ کیا ہماری زندگی کی کوئی گھڑی بھی اطمینان سے نہیں گزرے گی؟ یارسول ﷺ کیا ہتھیار اتار کر بھی ہمیں کبھی آسودگی کا سانس لینا میسر آئے گا؟ آپ نے پورے سکون سے فرمایا' کچھ دن اور صبر کرلو پھر تو اس قدر امن واطمینان ہو جائے گا کہ پوری مجلس میں' بھرے دربار میں' چوکڑی بھر کر آرام سے بیٹھے ہوئے رہو گے'ایک کے پاس کیا' کسی کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ ہوگا کیونکہ کامل امن وامان پورا اطمینان ہوگا- اسی وقت یہ آیت اتری- پھر تو اللہ کے نبی جزیرہ عرب پر غالب آگئے عرب میں بھی کوئی کافر نہ رہا- مسلمانوں کے دل خوف سے خالی ہو گئے اور ہتھیار ہر وقت لگائے رہنے ضروری نہ رہے- پھر یہی امن و راحت کا دور دورہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد بھی تین خلافتوں تک رہا یعنی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے تک- پھر مسلمان ان جھگڑوں میں پڑ گئے جو رونما ہوئے پھر خوف زدہ رہنے لگے اور پہرے دار' چوکیدار' داروغے وغیرہ مقرر کئے اپنی حالتوں کو متغیر کیا تو متغیر ہو گئے-

بعض سلف سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی حقانیت کے بارے میں اس آیت کو پیش کیا- براابن عازب کہتے ہیں' جس وقت یہ آیت اتری ہے' اس وقت ہم انتہائی خوف اور اضطراب کی حالت میں تھے جیسے فرمان ہے- وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ الخ' یعنی وہ وقت بھی تھا کہ تم بے حد کمزور اور تھوڑے تھے اور قدم قدم اور دم دم پر خوف زدہ رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی' تمہیں قوت وطاقت عنایت فرمائی اور امن وامان دیا- پھر بیان فرمایا کہ جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کو اس نے زمین کا مالک کر دیا تھا جیسے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ بہت ممکن ہے بلکہ بہت ہی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں ان کا جانشین بنادے- اور آیت میں ہے وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ یعنی ہم نے ان پر احسان کرنا چاہا جو زمین بھر میں سب سے زیادہ ضعیف اور ناتوان تھے-

پھر فرمایا کہ ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے' جمادے گا- اور اسے قوت وطاقت دے گا- حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بطور وفد آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا' کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے- اس نے جواب دیا کہ میں حیرہ کو نہیں جانتا- ہاں نام سنا ہے' آپ نے فرمایا' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اللہ تعالیٰ میرے اس دین کو کامل طور پر پھیلائے گا یہاں تک کہ امن وامان ہو جائے گا کہ حیرہ سے ایک سانڈنی سوار عورت تنہا نکلے گی اور وہ بیت اللہ تک پہنچ کر طواف سے فارغ ہو کر واپس ہوگی' نہ خوف زدہ ہوگی نہ ہی اس کے ساتھ محافظ ہوگا- یقین مان کہ کسریٰ بن ہرمز شاہ ایران کے خزانے فتح ہوں گے- حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب سے پوچھا' کیا شاہ ایران کسریٰ بن ہرمز کے خزانے مسلمانوں کی فتوحات میں آئیں گے؟ آپ نے فرمایا' ہاں ہاں اسی کسریٰ بن ہرمز کے- سنو اس قدر مال بڑھ جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا- حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اب تم دیکھ لو کہ فی الواقع حیرہ سے عورتیں بغیر کسی کی پناہ کے آتی جاتی ہیں- اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا- دوسری پیشین گوئی تو میری نگاہوں کے سامنے پوری ہوئی' کسریٰ کے خزانے فتح کرنے والوں میں خود موجود تھا اور تیسری پیش گوئی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے- مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے' اس امت کو ترقی اور بڑھوتری کی مدد اور دین کی اشاعت کی بشارت دو' ہاں جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے حاصل کرنے کے لئے کرے' وہ جان لے کہ آخرت میں اسے کوئی حصہ نہ ملے گا-

پھر فرماتا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ مسند میں ہے' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی آپ نے میرے نام سے مجھے آواز دی میں نے لبیک وسعدیک کہا' پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا' جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے' آپ نے فرمایا' بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے جواب دیا تو آپ نے فرمایا جانتے ہو جب بندے کا اللہ حق ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے' آپ نے فرمایا' یہ کہ انہیں عذاب نہ کرے (صحیحین) پھر فرمایا' اس کے بعد جو منکر ہو جائے' وہ یقیناً فاسق ہے۔ یعنی اس کے بعد بھی جو میری فرمانبرداری چھوڑ دے' اس نے میری حکم عدولی کی اور یہ گناہ سخت اور بہت بڑا ہے۔ شان الٰہی دیکھو' جتنا جس زمانے میں اسلام کا زور رہا' اتنی ہی مدد اللہ کی ہوئی' صحابہ اپنے ایمان میں بڑھے ہوئے تھے' فتوحات میں بھی سب سے آگے نکل گئے' جوں جوں ایمان کمزور ہوتا گیا' دنیوی حالت' سلطنت وشوکت بھی گرتی گئی۔ صحیحین میں ہے' میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ برسرحق رہے گی اور وہ غالب اور نڈر رہے گی' ان کے مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے' قیامت تک یہ اسی طرح رہے گی۔

اور روایت میں ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے' یہاں تک کہ یہی جماعت سب سے آخر دجال سے جہاد کرے گی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے تک یہ لوگ کافروں پر غالب رہیں گے۔ یہ سب روایتیں صحیح ہیں اور ایک ہی مطلب سب کا ہے۔

وَ اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْاَرْضِ وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٥٧﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ

ع ۷ / ۱۲

نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ یہ خیال تو کبھی بھی نہ کرنا کہ منکر لوگ زمین میں ادھر ادھر بھاگ کر ہمیں ہرا دینے والے ہیں' ان کا اصلی ٹھکانہ تو جہنم ہے' جو یقیناً بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○ ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں' اپنے آنے کی تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے' نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔

صلوٰۃ اور حسن سلوک کی ہدایات: ☆☆ (آیت: ۵۶-۵۷) اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ اسی کے لئے نمازیں پڑھتے رہو۔ اور ساتھ ہی اس کے بندوں کے ساتھ احسان وسلوک کرتے رہو۔ ضعیفوں' مسکینوں' فقیروں کی خبر گیری کرتے

رہو- مال میں سے ربانی حق یعنی زکوٰۃ نکالتے رہو- اور ہر امر میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو، جس بات کا وہ حکم فرمائے بجالاؤ، جس امر سے وہ روکیں رک جاؤ- یقین جانو کہ اللہ کی رحمت کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے- چنانچہ اور آیت میں ہے اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں جن پر ضرور ضرور اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے- اے نبی ﷺ یہ گمان نہ کرنا کہ آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کو نہ ماننے والے ہم پر غالب آ جائیں گے یا ادھر ادھر بھاگ کر ہمارے بے پناہ عذابوں سے بچ جائیں گے- ہم تو ان کا اصلی ٹھکانا جہنم میں مقرر کر چکے ہیں جو نہایت بری جگہ ہے- قرار گاہ کے اعتبار سے بھی اور بازگشت کے اعتبار سے بھی-

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

یہ تینوں وقت تمہاری خلوت اور پردے کے ہیں' ان وقتوں کے ماسوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر' تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو ہی' اللہ تعالیٰ یوں ہی کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے ○ تم میں کے بچے بھی جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے پہلے کے بڑے لوگ اجازت مانگ لیا کرتے ہیں' انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہئے' اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے' اللہ ہی علم و حکمت والا ہے ○

گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں: ☆☆ (آیت:۵۸-۵۹) اس آیت میں قریبی رشتے داروں کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ بھی اجازت حاصل کر کے آیا کریں- اس سے پہلے کی اس سورت کی شروع کی آیت میں جو حکم تھا' وہ اجنبیوں کے لئے تھا- پس فرماتا ہے کہ تین وقتوں میں غلاموں کو بلکہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت مانگنی چاہئے- صبح کی نماز سے پہلے کیونکہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے- اور دوپہر کو جب کہ انسان دو گھڑی راحت حاصل کرنے کے لئے عموماً اپنے گھر میں بالائی کپڑے اتار کر سوتا ہے اور عشا کی نماز کے بعد کیونکہ وہ بھی بال بچوں کے ساتھ سونے کا وقت ہے- پس تین وقتوں میں نہ جانے انسان بے فکری سے اپنے گھر میں کس حالت میں ہو؟ اس لئے گھر کے لونڈی غلام اور چھوٹے بچے بھی بے اطلاع ان وقتوں میں چپ چاپ نہ گھس آئیں- ہاں ان خاص وقتوں کے علاوہ انہیں آنے کے لئے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا آنا جانا تو ضروری ہے' بار بار کے آنے جانے والے ہیں' ہر وقت کی اجازت طلبی ان کے لئے اور نیز تمہارے لئے بڑی حرج کی چیز ہوگی- ایک حدیث میں ہے کہ بلی نجس نہیں وہ تو تمہارے گھروں میں تمہارے آس پاس گھومنے پھرنے والی ہے- حکم تو یہی ہے اور عمل اس پر بہت کم ہے- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ رکھا ہے- ایک تو یہی آیت اور ایک سورہ نساء کی آیت وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اور ایک سورہ حجرات کی آیت اِنَّ اَكْرَمَكُمْ الخ' شیطان لوگوں پر چھا گیا اور انہیں ان آیتوں پر عمل کرنے سے غافل کر دیا' گویا ان پر ایمان ہی نہیں- میں نے تو اپنی اس لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تینوں وقتوں میں بے اجازت ہرگز نہ آئے- پہلی آیت میں تو ان تین وقتوں میں لونڈی غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے دوسری آیت میں

ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آ جائیں' انہیں بنام الٰہی کچھ دے دینے اور ان سے نرمی سے بات کرنے کا حکم ہے اور تیسری آیت میں حسب' نسب پر فخر نہ کرنے بلکہ قابل اکرام خوف الٰہی کے ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت شعبی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا' کیا یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا' ہرگز نہیں۔ اس نے کہا' پھر لوگوں نے اس پر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ فرمایا' اللہ سے توفیق طلب کرنی چاہئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لیتے یا کشادہ گھر کئی کئی الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی غلام بے خبری میں چلے آتے اور میاں بیوی مشغول ہوتے تو آنے والے بھی شرما جاتے اور گھر والوں پر بھی شاق گزرتا اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی' کمرے جداگانہ بن گئے' دروازے باقاعدہ لگ گئے' دروازوں پر پردے پڑ گئے تو محفوظ ہو گئے حکم الٰہی کی مصلحت پوری ہوگئی اس لئے اجازت کی پابندی اٹھ گئی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کر دی۔ سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی تین وقت ایسے ہیں کہ انسان کو ذرا فرصت ہوتی ہے' گھر میں ہوتا ہے اللہ جانے کس حالت میں ہو' اس لئے لونڈی غلاموں کو بھی اجازت کا پابند کر دیا کیونکہ اسی وقت میں عموماً لوگ اپنی گھر والیوں سے ملتے ہیں تاکہ نہا دھو کر با آرام گھر سے نکلیں اور نمازوں میں شامل ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے لئے کچھ کھانا پکایا لوگ بلا اجازت ان کے گھر میں جانے لگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ' یہ تو نہایت بری بات ہے کہ غلام بے اجازت گھر میں آ جائے ممکن ہے' میاں بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوں۔ پس یہ آیت اتری۔ اس آیت کے منسوخ نہ ہونے پر اس آیت کے خاتمے کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔ ہاں جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں تین وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت لینی چاہئے۔ چھوٹے بچوں کو گھر میں اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لئے بھی ان تین وقتوں میں جن کا بیان اوپر گزرا اجازت مانگنی ضروری ہے لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے ہی جانا چاہئے۔ جیسے کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں خواہ پرائے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

بوڑھی بڑی عورتیں جنہیں نکاح کی امید وخواہش ہی نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں' لیکن تاہم اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے بہت افضل ہے' اللہ ہے سنتا جانتا O

(آیت: ۶۰) جو بڑھیا عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ نہ اب انہیں مرد کی خواہش رہے نہ نکاح کی' توقع حیض بند ہو جائے' عمر سے اتر جائیں تو ان پر پردے کی وہ پابندیاں نہیں جو اور عورتوں پر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آیت وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ سے یہ آیت مستثنیٰ ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ برقعہ اور چادر اتار دیا کریں صرف دوپٹے میں اور

کرتے پاجامے میں رہیں۔ آپ کی قرات بھی اَنْ یَّضَعْنَ مِنْ ثِیَابِھِنَّ ہے۔ مراد اس سے دوپٹے کے اوپر کی چادر ہے۔ تو بڑھیا عورتیں جب کہ موٹا چوڑا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہوں انہیں اس کے اوپر اور چادر ڈالنا ضروری نہیں۔ لیکن مقصود اس سے بھی اظہار زینت نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ سے جب اس قسم کے سوالات عورتوں نے کئے تو آپ نے فرمایا' تمہارے لئے بناؤ سنگھار بیشک حلال اور طیب ہے لیکن غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے نہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ جب بالکل بڑھیا پھوس ہو گئیں تو آپ نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنے سر کے بالوں میں مہندی لگوائی جب ان سے اس کا سوال کیا گیا تو فرمایا' میں ان عمر رسیدہ عورتوں میں ہوں جنہیں خواہش نہیں رہی۔ آخر میں فرمایا' گو چادر کا نہ لینا ان بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے جائز تو ہے مگر تاہم افضل یہی ہے کہ چادروں اور برقعوں میں ہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾

اندھے پر' لنگڑے پر' بیمار پر اور خود تم پر مطلقاً کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھالو یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیوں کے مالک تم ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھالو۔ تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ' پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے والوں کو سلام کرلیا کرو۔ دعائے خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ کی طرف سے نازل شدہ' یوں ہی اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام بیان فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھ لو ○

جہاد میں شمولیت کی شرائط: ☆☆ (آیت:۶۱) اس آیت میں جس حرج کے نہ ہونے کا ذکر ہے اس کی بابت حضرت عطاء وغیرہ تو فرماتے ہیں' مراد اس سے اندھے' لولے لنگڑے کا جہاد میں نہ آنا ہے۔ جیسے کہ سورہ فتح میں ہے تو یہ لوگ اگر جہاد میں شامل نہ ہوں تو ان پر بوجہ ان کے معقول شرعی عذر کے کوئی حرج نہیں۔ سورۂ براۃ میں ہے لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ بوڑھے بڑوں پر اور بیماروں پر اور مفلسوں پر جب کہ وہ تہ دل سے دین الٰہی کے اور رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ ہوں' کوئی حرج نہیں بھلے؟۔ لوگوں پر کوئی سرزنش نہیں اللہ غفور و رحیم ہے۔ ان

پر بھی اسی طرح کوئی حرج نہیں جو سواری نہیں پاتے اور تیرے پاس آتے ہیں تو تیرے پاس سے بھی انہیں سواری نہیں مل سکتی۔ حضرت سعد رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں' لوگ اندھوں لولوں' لنگڑوں اور بیماروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج جانتے تھے کہ ایسا نہ ہو' وہ کھانہ سکیں اور ہم زیادہ کھالیں یا اچھا اچھا کھالیں تو اس آیت میں انہیں اجازت ملی کہ اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ کراہت کر کے بھی ان کے ساتھ کھانے کو نہیں بیٹھتے تھے یہ جاہلانہ عادتیں شریعت نے اٹھادیں۔

مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کو اپنے باپ بھائی بہن وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے ہاں پہنچا آتے تھے کہ وہ وہاں کھالیں یہ لوگ اس سے عار کرتے کہ ہمیں اوروں کے گھر لے جاتے ہیں اس پر یہ آیت اتری سدی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ انسان جب اپنے بہن بھائی وغیرہ کے گھر جاتا' وہ نہ ہوتے اور عورتیں کوئی کھانا انہیں پیش کرتیں تو یہ اسے نہیں کھاتے تھے کہ مرد تو ہیں نہیں نہ ان کی اجازت ہے۔ تو جناب باری تعالیٰ نے اس کے کھالینے کی رخصت عطا فرمائی۔ یہ جو فرمایا کہ خود تم پر بھی حرج نہیں یہ تو ظاہر ہی تھا۔ اس کا بیان اس لئے کیا گیا کہ اور چیز کا اس پر عطف ہو اور اس کے بعد کا بیان اس حکم میں برابر ہو۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے گو لفظوں میں بیان نہیں آیا لیکن ضمناً ہے بلکہ اسی آیت سے استدلال کر کے بعضوں نے کہا ہے کہ بیٹے کا مال بمنزلہ باپ کے مال کے ہے۔

مسند اور سنن میں کئی سندوں سے حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اور جن لوگوں کے نام آئے ہیں' ان سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے کہ قرابت داروں کا نان ونفقہ بعض کا بعض پر واجب ہے جیسے کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کا مشہور مقولہ ہے۔ جس کی کنجیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اس سے مراد غلام اور داروغے ہیں کہ وہ اپنے آقا کے مال سے حسب ضرورت و دستور کھا پی سکتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جنگ میں جاتے تو ہر ایک کی چاہت یہی ہوتی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں۔ جاتے ہوئے اپنے خاص دوستوں کو اپنی کنجیاں دے جاتے اور ان سے کہہ دیتے کہ جس چیز کے کھانے کی تمہیں ضرورت ہو' ہم تمہیں رخصت دیتے ہیں لیکن تاہم یہ لوگ اپنے تئیں امین سمجھ کر اور اس خیال سے کہ مبادا ان لوگوں نے بادل ناخواستہ اجازت دی ہو' کسی کھانے پینے کی چیز کو نہ چھوتے اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

پھر فرمایا کہ تمہارے دوستوں کے گھروں سے بھی کھالینے میں تم پر کوئی پکڑ نہیں جب کہ تمہیں علم ہو کہ وہ اس سے برا نہ مانیں گے اور ان پر یہ شاق نہ گزرے گا۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' تو جب اپنے دوست کے ہاں جائے تو بلا اجازت اس کے کھانے کو کھالینے کی رخصت ہے۔ پھر فرمایا تم پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں اور جدا جدا ہو کر کھانے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ اتری یعنی ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ تو صحابہؓ نے آپس میں کہا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی مال ہیں تو ہمیں یہ بھی حلال نہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھائیں چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری۔ اسی طرح تنہا خوری سے بھی کراہت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھی نہ ہو' کھاتے نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی۔ قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے' بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو' کھاتے نہ تھے۔ سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس سخت رسم کو مٹا دیا۔ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا' یا رسول اللہ ﷺ ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی آپ نے فرمایا' شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' "مل کر کھاؤ تنہا نہ کھاؤ برکت مل بیٹھنے میں ہے"۔ پھر تعلیم ہوئی کہ گھروں میں سلام کر کے جایا کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم گھر میں جاؤ تو اللہ کا سکھایا ہوا بابرکت بھلا سلام کہا کرو۔ میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ ابن طاؤس رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' تم میں سے جو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہے۔ حضرت عطا رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا قائل کوئی ہو لیکن ہاں مجھے تو یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ' سلام کر کے جاؤ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا' ہاں یہ اور بات ہے کہ بھول جاؤں۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جب مسجد میں جاؤ تو کہو' اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اور جب اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے بال بچوں کو سلام کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو اس طرح کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ یہ بھی مروی ہے کہ یوں کہو بِسْمِ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ السَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ یہی حکم دیا جا رہا ہے ایسے وقتوں میں تمہارے سلام کا جواب اللہ کے فرشتے دیتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' مجھے نبی ﷺ نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے فرمایا ہے اے انس! کامل وضو کر و تمہاری عمر بڑھے گی۔ جو میرا امتی ملے' سلام کرو' نیکیاں بڑھیں گی' گھر میں سلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو اللہ والے بن گئے تھے' ان کا یہی طریقہ تھا۔ اے انس! چھوٹوں پر رحم کر' بڑوں کی عزت و توقیر کر تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہو گا۔ پھر فرماتا ہے' یہ دعائے خیر ہے جو اللہ کی طرف سے تمہیں تعلیم کی گئی ہے برکت والی اور عمدہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے تو التحیات قرآن سے ہی سیکھی ہے نماز کی التحیات یوں ہے اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبٰتُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اسے پڑھ کر نمازی کو اپنے لئے دعا کرنی چاہئے۔ پھر سلام پھیر دے۔ انہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً صحیح مسلم شریف میں اس کے سوا بھی مروی ہے سو اللہ اعلم۔ اس سورت کے احکام کا ذکر کر کے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنے واضح احکام' مفید فرمان کھول کھول کر اسی طرح بیان فرمایا کرتا ہے تا کہ وہ غور و فکر کریں' سوچیں سمجھیں اور عقل مندی حاصل کریں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

باایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب کسی ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کو جمع ہونے کی ضرورت ہو نبی کے ساتھ ہوتے

ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہیں جاتے' جو لوگ ایسے موقع پر تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت' میں یہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں' پس جب ایسے لوگ تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے دیا کر اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا مانگا کر' بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے O

رخصت پر بھی اجازت مانگو: ☆☆ (آیت:۶۲) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایک ادب اور بھی سکھاتا ہے کہ جیسے آتے ہوئے اجازت مانگ کر آتے ہو' ایسے ہی جانے کے وقت بھی میرے نبیؐ سے اجازت مانگ کر جاؤ۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ مجمع ہو اور کسی ضروری امر پر مجلس ہوئی ہو مثلاً نماز جمعہ ہے یا نماز عید ہے یا جماعت ہے یا کوئی مجلس شوریٰ ہے تو ایسے موقعوں پر جب تک حضور ﷺ سے اجازت نہ لے لو' ہرگز ادھر ادھر نہ جاؤ' مومن کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے۔ پھر اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ جب یہ اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے اجازت چاہیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لئے طلب بخشش کی دعائیں بھی کرتے رہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے' جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو اہل مجلس کو سلام کر لیا کرے اور جب وہاں سے آنا چاہے تو بھی سلام کر لیا کرے۔ آخری دفعہ کا سلام پہلی مرتبہ کے سلام سے کچھ کم نہیں ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام صاحب نے اسے حسن فرمایا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۤءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۤءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

تم اللہ کے نبی کے بلانے کو ایسا معمولی بلاوا نہ کر لو جیسے آپس میں ایک کا ایک کو ہوتا ہے' تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں' سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں کوئی دکھ کی مار نہ پڑے O

آپ ﷺ کو پکارنے کے آداب: ☆☆ (آیت:۶۳) لوگ حضور ﷺ کو جب بلاتے تو آپ کے نام یا کنیت سے معمولی طور پر جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے۔ آپ کو بھی پکار لیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی سے منع فرمایا کہ نام نہ لو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔ تاکہ آپ کی بزرگی اور عزت وادب کا پاس رہے۔ اسی کے مثل آیت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ہے۔ اور جیسی آیت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ہے یعنی ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ آپ کے سامنے اونچی اونچی آوازوں سے نہ بولو جیسے کہ بے تکلفی سے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو' اگر ایسا کیا تو سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور پتہ بھی نہ چلے گا۔ یہاں تک کہ فرمایا' جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں' ان میں سے اکثر بے عقل ہیں' اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ پس یہ سب آداب سکھائے گئے کہ آپ سے خطاب کس طرح کریں' آپ سے بات چیت کس طرح کریں' آپ کے سامنے کس طرح بولیں چالیں بلکہ پہلے پہلے تو آپ سے سرگوشیاں کرنے کے لئے صدقہ کرنے کا بھی حکم تھا۔

ایک مطلب تو اس آیت کا یہ ہوا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کو تم اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو' آپ کی دعا تو

مقبول مستجاب ہے- خبردار کبھی ہمارے نبی کو تکلیف نہ دینا- کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے تو تہس نہس ہو جاؤ- اس سے اگلے جملے کی تفسیر میں مقاتل بن حیان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھا رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آ جانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت ﷺ کی اجازت کے نہیں جا سکتا تھا- جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ سے اجازت چاہتا اور آپ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبے کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظریں بچا کر سرک جاتے تھے-

سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ ہی آڑ لے کر بھاگ جاتے- اللہ کے پیغمبر سے اور اللہ کی کتاب سے ہٹ جاتے' صف سے نکل جاتے' مخالفت پر آمادہ ہو جاتے- جو لوگ امر رسولؐ' سنت رسولؐ' فرمان رسولؐ' طریقہ رسولؐ اور شرع رسول ﷺ کے خلاف کریں وہ سزایاب ہوں گے- انسان کو اپنے اقوال وافعال رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور احادیث سے ملانے چاہئیں' جو موافق ہوں اچھے ہیں' جو موافق نہ ہوں مردود ہیں- بخاری ومسلم میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو' وہ مردود ہے- ظاہر یا باطن میں جو بھی شریعت محمدیہ ﷺ کے خلاف کرے' اس کے دل میں کفر ونفاق' بدعت وبرائی کا بیج بو دیا جاتا ہے یا اسے سخت عذاب ہوتا ہے- یا تو دنیا میں ہی قتل' قید' حد وغیرہ جیسی سزائیں ملتی ہیں یا آخرت میں عذاب اخروی ملے گا-

مسند احمد میں حدیث ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی- جب وہ روشن ہوئی تو پتنگوں اور پروانوں کا اجتماع ہو گیا اور وہ دھڑا دھڑ اس میں گرنے لگے- اب یہ انہیں ہر چند روک رہا ہے لیکن وہ ہیں کہ شوق سے اس میں گرے جاتے ہیں اور اس شخص کے روکنے سے نہیں رکتے- یہی حالت میری اور تمہاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہیں اپنی بانہوں میں لپیٹ لپیٹ کر اس سے روک رہا ہوں کہ آگ میں نہ گھسو' آگ سے بچو لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو- یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے-

أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَآ أَنْتُمْ عَلَيْهِ ۖ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٤﴾

ع ۲ ۱۵

آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے' سب اللہ ہی کا ہے' جس روش پر تم ہو وہ اسے بخوبی جانتا ہے اور جس دن یہ سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے' اس دن ان کو ان کے کئے سے وہ خبردار کر دے گا' اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○

ہر ایک اس کے علم میں ہے: ☆☆ (آیت: ۶۴) مالک زمین وآسمان' عالم غیب وحاضر' بندوں کے چھپے کھلے اعمال کا جاننے والا اللہ ہی ہے- قَدْ يَعْلَمُ میں قد تحقیق کے لئے ہے جیسے اس سے پہلے کی آیت قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ میں- اور جیسے قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ میں- اور جیسے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ میں اور جیسے قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ میں اور جیسے قَدْ نَرٰى میں- اور جیسے موذن کہتا ہے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ تو فرماتا ہے کہ جس حال پر تم ہو' جن اعمال وعقائد پر تم ہو' اللہ پر خوب روشن ہے- آسمان وزمین کا ایک ذرہ بھی اللہ پر پوشیدہ نہیں- جو عمل تم کرو' جو حالت تمہاری ہو' اس اللہ پر عیاں ہے- کوئی ذرہ اس سے چھپا ہوا نہیں- ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے- بندوں کے تمام خیر وشر کا عالم ہے' کپڑوں میں ڈھک جاؤ- چھپ لک کر کچھ کرو' ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر اس پر یکساں ہے- سرگوشیاں اور بلند آواز کی باتیں اس کے کانوں

نیں ہیں۔ تمام جانداروں کا روزی رساں وہی ہے۔ ہر ایک جاندار کے ہر حال کو جاننے والا وہی ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں پہلے سے ہی درج ہے۔ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں ان کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ خشکی تری کی ہر ہر چیز کو وہ جانتا ہے۔ کسی پتے کا جھڑنا اس کے علم سے باہر نہیں' زمین کے اندھیروں کے اندر کا دانہ اور کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ جب مخلوق اللہ کی طرف لوٹائی جائے گی' اس وقت ان کے سامنے ان کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی پیش کردی جائے گی۔ تمام اگلے پچھلے اعمال دیکھ لے گا۔ اعمال نامہ کو ڈرتا ہوا دیکھے گا اور اپنی پوری سوانح عمری اس میں پا کر حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ یہ کیسی کتاب ہے جس نے بڑی تو بڑی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی' جو جس نے کیا تھا' وہ وہاں موجود پائے۔ الحمدللہ سورۂ نور کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الفرقان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا ﴿۲﴾

بڑے مہربان بہت ہی رحمت والے اللہ کے نام سے شروع ○

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے ○ اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی' وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا' نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا ساجھی ہے۔ ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے ○

(آیت:۱-۲) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تا کہ لوگوں پر اس کی بزرگی عیاں ہو جائے کہ اس نے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ سورۂ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی انداز سے بیان کی ہے۔ یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا۔ یہاں لفظ نَزَّلَ فرمایا جس سے بار بار بکثرت اترنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے فرمان ہے وَالۡكِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ پس پہلی کتابوں کو لفظ اَنۡزَلَ سے اور اس آخری کتاب کو لفظ نَزَّلَ سے تعبیر فرماتا ہے۔ اسی لئے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا۔ کبھی کچھ آیتیں' کبھی کچھ سورتیں' کبھی کچھ احکام۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل مشکل نہ ہو اور خوب یاد ہو جائے اور مان لینے کے لئے دل کھل جائے۔ جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا ہے کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی پر ایک ساتھ کیوں نہ اترا؟ جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لئے اترا کہ اس کے ساتھ تیری دل جمعی رہے اور ہم نے ٹھہرا ٹھہرا کر نازل فرمایا۔ یہ جو بھی بات بنائیں گے' ہم اس کا صحیح اور جچا تلا جواب دیں گے جو خوب مفصل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا۔ اس لئے کہ یہ حق و باطل میں' ہدایت و گمراہی میں فرق کرنے والا ہے' اس سے بھلائی برائی میں' حلال و حرام میں تمیز ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان فرما کر جس پر

قرآن اترا' ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں' اس کے مخلص بندے ہیں۔ یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے' اسی لئے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسے معراج کے موقعہ پر فرمایا۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ اور جیسے اپنی خاص عبادت نماز کے موقعہ پر فرمایا وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُاللّٰهِ اور جب بندۂ اللہ یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں' یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کرنے کے موقعہ پر بیان فرمایا۔

پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ کی طرف اترنا اس لئے ہے کہ آپ تمام جہاں کے لئے آگاہ کرنے والے بن جائیں' ایسی کتاب جو سراسر حکمت و ہدایت والی ہے' جو مفصل' مبین اور محکم ہے۔ جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا' جو حکیم وحمید اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ آپ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کر دیں' ہر سرخ و سفید کو' ہر دور و نزدیک والے کو اللہ کے عذابوں سے ڈرا دیں' جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے' اس کی طرف آپ کی رسالت ہے۔ جیسے کہ خود حضور علیہ السلام کا فرمان ہے' میں تمام سرخ و سفید انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور فرمان ہے' مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ خود قرآن میں ہے قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا اے نبی اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ پھر فرمایا کہ مجھے رسول بنا کر بھیجنے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا وہ اللہ ہے جو آسمان و زمین کا تنہا مالک ہے۔ جو جس کام کو کرنا چاہے' اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا' وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ ہر چیز اس کی مخلوق اور اس کی زیر پرورش ہے۔ سب کا خالق' مالک' رازق' معبود اور رب وہی ہے۔ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔

وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّهُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ وَلَا یَمۡلِکُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا یَمۡلِکُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا ﴿۳﴾

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کردہ شدہ ہیں یہ تو اپنی جان کے نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے نہ موت و حیات کے اور دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں ○

مشرکوں کی جہالت : ☆☆ (آیت:۳) مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق' مالک' قادر' مختار' بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود اللہ کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھی کسی نفع نقصان کے پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسرے کا بھلا کریں یا دوسرے کا نقصان کریں۔ یا دوسری کوئی بات کر سکیں وہ اپنی موت زیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ ہی ہے' وہ جلاتا اور مارتا ہے' وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ اس پر یہ کام مشکل نہیں ایک کا پیدا کرنا اور سب کو پیدا کرنا' ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا اور سب کو کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے۔ ایک آنکھ جھپکانے میں اس

کا حکم پورا ہو جاتا ہے صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی - اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہوگی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی' وہی معبود برحق ہے اس کے سوا نہ کوئی رب ہے نہ لائق عبادت ہے' اس کا چاہا ہوتا ہے اس کے چاہے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا - وہ ماں باپ سے' لڑکی لڑکوں سے' عدیل و بدیل سے وزیر و نظیر سے' شریک و سہیم سب سے پاک ہے - وہ احد ہے' صمد ہے' وہ لم یلد ولم یولد ہے' اس کا کفو کوئی نہیں -

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ ۝ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کافر کہنے لگے کہ یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی ہمت افزائی کی ہے' دراصل یہ کافر بڑے ہی ظلم اور سرتاسر جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں ○ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھ رکھے ہیں - بس وہی صبح شام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں ○ جواب دے کہ اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمان و زمین کی تمام پوشیدگیوں کو جانتا ہے' بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے ○

خود فریب مشرک : ☆☆ (آیت:۴-۶) مشرکین کی ایک جہالت اوپر کی آیتوں میں بیان ہوئی - جو ذات الٰہی کی نسبت تھی - یہاں دوسری جہالت بیان ہو رہی ہے جو ذات رسول ﷺ کی نسبت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو تو اس نے اوروں کی مدد سے خود ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ ان کا ظلم اور جھوٹ ہے جس کے باطل ہونے کا خود انہیں بھی علم ہے - جو کچھ کہتے ہیں' وہ خود اپنی معلومات کے بھی خلاف کہتے ہیں - کبھی ہانک لگانے لگتے ہیں کہ اگلی کتابوں کے قصے اس نے لکھوا لئے ہیں - وہی صبح شام اس کی مجلس میں پڑھے جا رہے ہیں - یہ جھوٹ بھی وہ ہے جس میں کسی کو کوئی شک نہ ہو سکے - اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے نبی امی تھے - نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا - چالیس سال کی نبوت سے پہلے کی زندگی آپ نے انہی لوگوں میں گزاری تھی اور وہ اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی آپ کی زندگی کا یا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے - ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا جس پر زمانہ شیدا تھا' جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے - آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت' بلند اخلاقی اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ایک دل میں آپ کے لئے جگہ تھی - عام زبانیں آپ کو محمد ﷺ امین کے پیارے خطاب سے پکارتی تھیں - دنیا آپ کے قدموں تلے آنکھیں بچھاتی تھی - کون سا دل تھا جو محمد ﷺ کا گھر نہ ہو - کون سی آنکھ تھی جس میں احمد ﷺ کی عزت نہ ہو؟ کون سا مجمع تھا جس میں آپ کا ذکر خیر نہ ہو؟ کون وہ شخص تھا جو آپ کی بزرگی' صداقت' امانت' نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہو؟

پھر جب کہ اللہ کی بلندترین عزت سے آپ معزز کئے گئے' آسمانی وحی کے آپ امین بنائے گئے تو صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ بے وقوف بے پیندے لوٹے کی طرح لڑھک گئے' تھالی کے بینگن کی طرح ادھر سے ادھر ہو گئے' لگے باتیں بنانے اور عیب جوئی کرنے لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ کبھی آپ کو شاعر کہتے' کبھی ساحر' کبھی مجنوں اور کبھی کذاب - حیران تھے کہ کیا کہیں

اور کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودان باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں اور کس طرح ظلم کدۂ دنیا کو نور الٰہی سے نہ جگمگانے دیں؟ اب انہیں جواب ملتا ہے کہ قرآن کی سچی حقائق پہ مبنی اور سچی خبریں اللہ کی دی ہوئی ہیں جو عالم الغیب ہے' جس سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں- اس میں ماضی کے بیان سبھی سچ ہیں- جو آئندہ کی خبر اس میں ہے' وہ بھی سچ ہے- اللہ کے سامنے ہو چکی ہوئی اور ہونے والی بات یکساں ہے- وہ غیب کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر کو- اس کے بعد اپنی شان غفاریت کو اور شان رحم و کرم کو بیان فرمایا تا کہ بدلوگ بھی اس سے مایوس نہ ہوں' کچھ بھی کیا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں- توبہ کریں' اپنے کئے پر پچھتائیں- نادم ہوں- اور رب کی رضا چاہیں-

رحمت رحیم کے قربان جایئے کہ ایسے سرکش و دشمن اللہ و رسول پر بہتان باز' اس قدر ایذائیں دینے والے لوگوں کو بھی اپنی عام رحمت کی دعوت دیتا ہے اور اپنے کرم کی طرف انہیں بلاتا ہے- وہ اللہ کو برا کہیں' وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہیں' وہ کلام اللہ پر باتیں بنائیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کی طرف رہنمائی کرے' اپنے فضل و کرم کی طرف دعوت دے- اسلام اور ہدایت ان پر پیش کرے' اپنی بھلی باتیں ان کو سجھائے اور سمجھائے- چنانچہ اور آیت میں عیسائیوں کی تثلیث پرستی کا ذکر کر کے ان کی سزا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یہ لوگ کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے؟ اور کیوں اس کی طرف جھک کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربان ہے- مومنوں کو ستانے اور انہیں فتنے میں ڈالنے والوں کا ذکر کر کے سورۂ بروج میں فرمایا کہ اگر ایسے لوگ بھی توبہ کر لیں' اپنے برے کاموں سے ہٹ جائیں' باز آئیں تو میں بھی ان پر سے اپنے عذاب ہٹا لوں گا اور رحمتوں سے نواز دوں گا- امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے کیسے مزے کی بات بیان فرمائی ہے- آپ فرماتے ہیں' اللہ کے رحم و کرم کو دیکھو' یہ لوگ اس کے نیک چہیتے بندوں کو ستائیں' ماریں' پیٹیں' قتل کریں اور وہ انہیں توبہ کی طرف اور اپنے رحم و کرم کی طرف بلائے فسبحانہ ما اعظم شانہ-

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸

کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے' اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا بن جاتا ○ یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا' یہ ظالم کہنے لگے کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے ○

مشرکین کی حماقتیں: ☆☆ (آیت: ۷-۸) اس حماقت کو ملاحظہ فرمایئے کہ رسول کی رسالت کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ اور بازاروں میں تجارت اور لین دین کے لئے آتا جاتا کیوں ہے؟ اس کے ساتھ ہی کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا کہ وہ اس کے دعوے کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتا اور عذاب الٰہی سے آگاہ کرتا- فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ فَلَوْ لَآ اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسْوِرَۃٌ مِّنْ ذَھَبٍ الخ' اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے

کیوں نہیں اتارے گئے ۔ چونکہ دل ان تمام کافروں کے یکساں ہیں ۔ حضور ﷺ کے زمانے کے کفار نے بھی کہا کہ اچھا یہ نہیں تو اسے کوئی خزانہ ہی دے دیا جاتا کہ یہ خود بہ آرام اپنی زندگی بسر کرتا اور دوسروں کو بھی دیتا یا اس کے ساتھ کوئی چلتا پھرتا باغ ہوتا کہ یہ اپنے کھانے پینے سے تو بے فکر ہو جاتا ۔ بیشک یہ سب کچھ اللہ کے لیے آسان ہے لیکن سردست ان سب چیزوں کے نہ دینے میں بھی حکمت ہے ۔ یہ ظالم مسلمانوں کو بھی بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کے پیچھے لگ لئے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے ۔

انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٩﴾ تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذَٰلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلْ لَكَ قُصُورًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿١١﴾

خیال تو کر کہ یہ لوگ تیری نسبت کیسی کیسی باتیں بناتے پھرتے ہیں جس سے خود ہی بہک رہے ہیں اور کسی طرح راہ پر نہیں آ سکتے ○ اللہ تو ایسا بابرکت ہے کہ اگر چاہے تجھے بہت سے ایسے باغات عنایت فرما دے جو ان کے کہے ہوئے باغ سے بہت ہی بہتر ہوں ۔ جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہوں اور تجھے بہت سے پختہ محل بھی دے دے ○ بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں اور قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی دوزخ تیار کر رکھی ہے ○

(آیت: ۹-۱۱) دیکھو تو سہی کہ کیسی بے بنیاد باتیں بناتے ہیں' کسی ایک بات پر جم ہی نہیں سکتے' ادھر ادھر کروٹیں لے رہے ہیں ۔ کبھی جادوگر کہہ دیا تو کبھی جادو کیا ہوا بتا دیا' کبھی شاعر کہہ دیا' کبھی جن کا سکھایا ہوا کہہ دیا' کبھی کذاب کہا ۔ کبھی مجنون ۔ حالانکہ یہ سب باتیں محض غلط ہیں اور ان کا غلط ہونا اس سے بھی واضح ہے کہ خود ان میں تضاد ہے ۔ کسی ایک بات پر خود ان مشرکین کا اعتماد نہیں ۔ گھڑتے ہیں ۔ پھر چھوڑتے ہیں ۔ پھر گھڑتے ہیں ۔ پھر بدلتے ہیں ۔ کسی ٹھیک بات پر جمتے ہی نہیں ۔ جدھر متوجہ ہوتے ہیں' راہ بھولتے ہیں اور ٹھوکریں کھاتے ہیں ۔ حق تو ایک ہوتا ہے ۔ اس میں تضاد اور تعارض نہیں ہو سکتا ۔ ناممکن ہے کہ یہ لوگ ان بھول بھلیوں سے نکل سکیں ۔ بیشک اگر رب چاہے تو جو یہ کافر کہتے ہیں' اس سے بہتر اپنے نبی ﷺ کو دنیا میں ہی دے دے ۔ وہ بڑی برکتوں والا ہے ۔ پتھر سے بنے ہوئے گھر کو عرب قصر کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ۔ حضور ﷺ سے تو جناب باری تعالیٰ کی جانب سے فرمایا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو زمین کے خزانے اور یہاں کی کنجیاں آپ کو دے دی جائیں اور اس قدر دنیا کا مالک بنا کر دیا جائے کہ کسی اور کو اتنی ملی نہ ہو' ساتھ ہی آخرت کی آپ کی تمام نعمتیں جوں کی توں برقرار رہیں لیکن آپ نے اسے پسند نہ فرمایا اور جواب دیا کہ نہیں میرے لئے تو سب کچھ آخرت میں ہی جمع ہو ۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں' یہ صرف تکبر' عناد' ضد اور ہٹ کے طور پر کہتے ہیں ۔ یہ نہیں کہ ان کا کہا ہوا ہو جائے تو یہ مسلمان ہو جائیں گے ۔ اس وقت پھر اور کچھ حیلہ بہانہ ٹٹول نکالیں گے ۔ ان کے دل میں تو یہ خیال جما ہوا ہے کہ قیامت ہونے کی نہیں ۔ اور ایسے لوگوں کے لئے ہم نے بھی عذاب الیم تیار کر رکھا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے' جو بھڑکانے اور سلگانے والی' جھلس دینے والی تیز آگ کا ہے ۔ ابھی تو جہنم ان سے سو سال کے فاصلے پر ہوگی ۔ جب ان کی نظریں اس پر اور ان کی نگاہیں ان پر پڑیں گی' وہیں جہنم پیچ و تاب کھائے گی اور جوش و خروش سے آوازیں نکالے گی ۔ جسے یہ بدنصیب سن لیں گے اور ان کے ہوش و حواس خطا ہو جائیں گے' ہوش جاتے رہیں گے' ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے ۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝١٢ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝١٣ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝١٤

جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی یہ اس کا غصے سے جھنجھلانا اور چلانا سننے لگیں گے ○ اور جب کہ یہ جہنم کی کسی تنگ و تاریک جگہ میں مشکیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لئے موت ہی موت پکاریں گے ○ آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو ○

(آیت: ۱۲-۱۴) پھر فرمایا کہ جہنم ان بدکاروں پر دانت پیس رہی ہوگی اور غصے کے مارے بل کھا رہی ہوگی اور شور مچا رہی ہوگی کہ کب ان کفار کا نوالہ بناؤں؟ اور کب ان ظالموں سے انتقام لوں؟ سورۂ تبارک میں ہے' جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو دور ہی سے اس کی خوفناک آوازیں سنیں گے اور وہ ایسی بھڑک رہی ہوگی کہ ابھی ابھی مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے' رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا' جو شخص میرا نام لے کر میرے ذمے وہ بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو اور جو شخص اپنے ماں باپ کے سوا دوسروں کو اپنا ماں باپ کہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا اور کی طرف اپنی غلامی کی نسبت کرے' وہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنالے۔ لوگوں نے کہا' یا رسول اللہ علیہ السلام' کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا' ہاں کیا تم نے اللہ کے کلام کی یہ آیت نہیں سنی اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ الخ' ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ربیع وغیرہ کو ساتھ لئے ہوئے کہیں جا رہے تھے راستے میں لوہار کی دکان آئی' آپ وہاں ٹھہر گئے اور لوہا جو آگ میں تپایا جا رہا تھا' اسے دیکھنے لگے حضرت ربیع کا تو برا حال ہو گیا عذاب الٰہی کا نقشہ آنکھوں تلے پھر گیا۔ قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ اس کے بعد آپ فرات کے کنارے گئے وہاں آپ نے تنور کو دیکھا کہ اس کے بیچ میں آگ شعلے مار رہی ہے۔ بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ آیت نکل گئی اسے سنتے ہی حضرت ربیع بے ہوش ہو کر گر پڑے' چارپائی پر ڈال کر آپ کو گھر پہنچایا گیا' صبح سے لے کر دوپہر تک حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس بیٹھے رہے اور چارہ جوئی کرتے رہے لیکن حضرت ربیع کو ہوش نہ آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جہنمی کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا' جہنم چیخے گی اور ایک ایسی جھرجھری لے گی کہ کل اہل محشر خوف زدہ ہو جائیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ بعض لوگوں کو جب دوزخ کی طرف لے چلیں گے' دوزخ سمٹ جائے گی' اللہ تعالیٰ مالک و رحمٰن اس سے پوچھے گا' یہ کیا بات ہے؟ وہ جواب دے گی کہ اے اللہ یہ تو اپنی دعاؤں میں تجھ سے جہنم سے پناہ مانگا کرتا تھا' آج بھی پناہ مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آ جائے گا' حکم ہوگا' اسے چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگوں کو لے چلیں گے' وہ کہیں گے پروردگار ہمارا گمان تو تیری نسبت یہ نہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تم کیا سمجھ رہے تھے؟ یہ کہیں گے یہی کہ تیری رحمت ہمیں چھپا لے گی' تیرا اکرم ہمارے شامل حال ہوگا' تیری وسیع رحمت ہمیں اپنے دامن میں لے لے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی آرزو بھی پوری کرے گا اور حکم دے گا کہ میرے ان بندوں کو بھی چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگ گھسٹتے ہوئے آئیں گے انہیں دیکھتے ہی جہنم ان کی طرف شور مچاتی ہوئی بڑھے گی اور اس طرح جھرجھری لے گی کہ تمام مجمع محشر خوفزدہ ہو جائے گا۔

حضرت عبید بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ جب جہنم مارے غصے کے تھرتھرائے گی اور شور و غل اور چیخ پکار اور جوش و خروش شروع کرے گی' اس وقت تمام مقرب فرشتے اور ذی رتبہ انبیا کانپنے لگیں گے یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور کہنے لگیں گے' اے اللہ میں آج تجھ سے صرف اپنی جان کا بچاؤ چاہتا ہوں اور کچھ نہیں مانگتا۔ یہ لوگ جہنم کے ایسے تنگ و تاریک مکان میں ٹھونس دیئے جائیں گے جیسے بھالا کسی سوراخ میں۔ اور روایت میں حضور علیہ السلام سے اس آیت کی بابت سوال ہونا اور آپ کا یہ فرمانا مروی

ہے کہ جیسے کیل دیوار میں بمشکل گاڑی جاتی ہے' اس طرح ان دوزخیوں کو ٹھونسا جائے گا۔ یہ اس وقت خوب جکڑے ہوئے ہوں گے۔ بال بال بندھا ہوا ہوگا۔ وہاں وہ موت کو' فوت کو' ہلاکت کو' حسرت کو پکارنے لگیں گے۔ ان سے کہا جائے گا' ایک موت کو کیوں پکارتے ہو؟ صدہا ہزارہا موتوں کو کیوں نہیں پکارتے؟ مسند احمد میں ہے' سب سے پہلے ابلیس کو جہنمی لباس پہنایا جائے گا یہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا ہوا اپنی ذریت کو پیچھے لگائے ہوئے موت و ہلاکت کو پکارتا ہوا دوڑتا پھرے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی سب حسرت وافسوس' موت و غارت کو پکار رہی ہوگی۔ اس وقت ان سے یہ کہا جائے گا۔ ثبور سے مراد موت' ہلاکت' ویل' حسرت' خسارہ' بربادی وغیرہ ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا فرعون! میں تو سمجھتا ہوں کہ تو مٹ کر برباد ہو کر ہی رہے گا۔ شاعر بھی لفظ ثبور کو ہلاکت و بربادی کے معنی میں لائے ہیں۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ خٰلِدِیْنَ ؕ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

پوچھ تو کہ کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہیشگی والی جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے جو ان کا بدلہ ہے اور ان کے لوٹنے کی اصلی جگہ ہے ○ وہ جو چاہیں گے ان کے لئے وہاں موجود ہوگا ہمیشہ رہنے والے' یہ تو تیرے رب کے ذمے وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے ○

ابدی لذتیں اور مسرتیں: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۶) اوپر بیان فرمایا' ان بدکاروں کا جو ذلت و خواری کے ساتھ اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے اور سر کے بل وہاں پھینک دیئے جائیں گے۔ بندھے بندھائے ہوں گے اور تنگ و تاریک جگہ ہوں گے' نہ چھوٹ سکیں نہ حرکت کر سکیں' نہ بھاگ سکیں نہ نکل سکیں۔ پھر فرماتا ہے' بتلاؤ یہ اچھے ہیں یا وہ جو دنیا میں گناہوں سے بچتے رہے' اللہ کا ڈر دل میں رکھتے رہے اور آج اس کے بدلے اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے یعنی جنت میں جہاں من مانی نعمتیں' ابدی لذتیں' دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں۔ عمدہ کھانے' اچھے بچھونے' بہترین سواریاں' پرتکلف لباس' بہتر بہتر مکانات' بنی سنوری پاکیزہ حوریں' راحت افزا منظر' ان کے لئے مہیا ہیں' جہاں تک کسی کی نگاہیں تو کہاں خیالات بھی نہیں پہنچ سکتے۔ نہ ان راحتوں کے بیانات کسی کان میں پہنچے۔ پھر ان کے کم ہو جانے' خراب ہو جانے' ٹوٹ جانے' ختم ہو جانے کا بھی کوئی خطرہ نہیں اور نہ ہی وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں کم ہوں۔ لازوال' بہترین زندگی' ابدی رحمت' دوامی کی دولت انہیں مل گئی اور ان کی ہو گئی۔ یہ رب کا احسان و انعام ہے جو ان پر ہوا اور جس کے یہ مستحق تھے۔ رب کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمے کر لیا ہے جو ہو کر رہنے والا ہے جس کا عدم ایفا ناممکن ہے' جس کا غلط ہونا محال ہے۔ اس سے اس کے وعدے کے پورا کرنے کا سوال کرو' اس سے جنت طلب کرو' اسے اس کا وعدہ یاد دلاؤ۔ یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس کے فرشتے اس سے دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ رب العالمین مومن بندوں سے جو تیرا وعدہ ہے' اسے پورا کر اور انہیں جنت عدن میں لے جا۔ قیامت کے دن مومن کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تیرے وعدے کو سامنے رکھ کر ہم عمل کرتے رہے آج تو اپنا وعدہ پورا کر۔ یہاں پہلے دوزخیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد جنتیوں کا ذکر ہوا۔ سورۂ صافات میں جنتیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد دوزخیوں کا ذکر ہوا کہ کیا یہی بہتر ہے یا زقوم کا درخت جسے ہم نے ظالموں کے لئے فتنہ بنا رکھا ہے جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے' جس کے پھل ایسے بدنما ہیں جیسے سانپ کے پھن' دوزخی اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا' پھر کھولتا ہوا گرم پانی پیپ وغیرہ سے ملا جلا پینے کو دیا جائے گا پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا اور بے تحاشا ان کے پیچھے لپکنا شروع کر دیا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾

جس دن اللہ تعالیٰ انہیں اور سوائے اللہ کے جنہیں یہ پوجتے رہے انہیں جمع کر کے پوچھے گا کہ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا یا یہ خود ہی راہ سے گم ہو گئے؟ ○ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے۔ خود ہمیں ہی یہ زیبا نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز بناتے' بات یہ ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے' یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے ○ تو انہوں نے تو تمہیں تمہاری باتوں میں جھوٹا کہا' اب نہ تو تم میں عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے نہ مدد کرنے کی' تم میں سے جس جس نے ظلم کیا ہے' ہم اسے سخت عذاب چکھائیں گے ○

عیسیٰ علیہ السلام سے سوالات : ☆☆ (آیت: ۱۷-۱۹) بیان ہو رہا ہے کہ مشرک جن جن کی عبادتیں اللہ کے سوا کرتے رہے' قیامت کے دن انہیں ان کے سامنے ان پر عذاب کے علاوہ زبانی سرزنش بھی کی جائے گی تاکہ وہ نادم ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے جن جن کی عبادت ہوئی تھیں سب موجود ہوں گے اور ان کے عابد بھی۔ سب اسی مجمع میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ ان معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں سے اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟ یا یہ از خود ایسا کرنے لگے؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی یہی سوال ہوگا۔ جس کا وہ جواب دیں گے کہ میں نے انہیں ہرگز اس بات کی تعلیم نہیں دی۔ یہ جیسا کہ تجھ پر خوب روشن ہے' میں نے تو انہیں وہی کہا تھا جو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ عبادت کے لائق فقط اللہ ہی ہے۔ یہ سب معبود جو اللہ کے سوا تھے اور اللہ کے سچے بندے تھے اور شرک سے بیزار تھے' جواب دیں گے کہ کسی مخلوق کو' ہم کو یا ان کو یہ لائق ہی نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کریں' ہم نے ہرگز انہیں اس شرک کی تعلیم نہیں دی۔ خود ہی انہوں نے اپنی خوشی سے دوسروں کی پوجا شروع کر دی تھی' ہم ان سے اور ان کی عبادتوں سے بیزار ہیں۔ ہم ان کے شرک سے بری الذمہ ہیں۔ ہم تو خود تیرے عابد ہیں۔ پھر کیسے ممکن تھا کہ معبودیت کے منصب پر آ جاتے؟ یہ تو ہمارے لائق ہی نہ تھا' تیری ذات اس سے بہت پاک اور برتر ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو۔

چنانچہ اور آیت میں صرف فرشتوں سے اس سوال جواب کا ہونا بھی بیان ہوا ہے۔ نَتَّخِذَ کی دوسری قرائت نُتَّخَذَ بھی ہے یعنی یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا' نہ یہ ہمارے لائق تھا کہ لوگ ہمیں پوجنے لگیں اور تیری عبادت چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہم تو خود تیرے بندے ہیں' تیرے در کے بھکاری ہیں۔ مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک ہی ہے۔ ان کے بہکنے کی وجہ ہماری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ انہیں عمریں ملیں' بہت کھانے پینے کو ملتا رہا' بدمستی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ جو نصیحت رسولوں کی معرفت پہنچی تھی' اسے بھلا دیا۔ تیری عبادت سے اور سچی توحید سے ہٹ گئے۔ یہ لوگ تھے ہی بے خبر' ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑے۔ تباہ و برباد ہو گئے۔ بُوْرًا سے مطلب ہلاک والے ہی ہیں۔

جیسے ابن زبعری نے اپنے شعر میں اس لفظ کو اس معنی میں باندھا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرمائے گا' لواب تو تمہارے یہ معبود خود تمہیں جھٹلا رہے ہیں' تم تو انہیں اپنا سمجھ کر اس خیال سے کہ یہ تمہیں اللہ کے مقرب بنا دیں گے' ان کی پوجا پاٹ کرتے رہے' آج یہ تم سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں' تم سے یکسو ہو رہے ہیں اور بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ الخ' یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کا پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی چاہت پوری نہ کر سکیں بلکہ وہ تو ان کی دعا سے محض غافل ہیں اور محشر والے دن یہ سب ان سب کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں کے صاف منکر ہو جائیں گے۔ پس قیامت کے دن یہ مشرکین نہ تو اپنی جانوں سے عذاب اللہ ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی مدد کر سکیں گے نہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے۔ تم میں سے جو بھی اللہ واحد کے ساتھ شرک کرے' ہم اسے زبردست اور نہایت سخت عذاب کریں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿٢٠﴾ ع ۱۱ ۱۷

ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے' سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے' ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا' کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے ○

(آیت: ۲۰) کافر جو اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے اور تجارت بیوپار سے کیا مطلب؟ اس کا جواب ہو رہا ہے کہ اگلے سب پیغمبر بھی انسانی ضرورتیں رکھتے تھے' کھانا پینا ان کے ساتھ بھی لگا ہوا تھا۔ بیوپار' تجارت اور کسب معاش وہ بھی کیا کرتے تھے۔ یہ چیزیں نبوت کے خلاف نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی عنایت خاص سے انہیں وہ پاکیزہ اوصاف' نیک خصائل' عمدہ اقوال' مختار افعال' ظاہر دلیلیں' اعلیٰ معجزے دیتا ہے کہ ہر عقل سلیم والا ہر دانا بینا مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کی نبوت کو تسلیم کرلے اور ان کی سچائی کو مان لے۔ اسی آیت جیسی اور آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا الخ' ہے۔ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے نبی آئے' سب شہروں میں رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ الخ' ہم نے انہیں ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانے پینے سے وہ آزاد ہوں۔ ہم تو تم میں سے ایک کی آزمائش ایک سے کر لیا کرتے ہیں تاکہ فرمانبردار اور نافرمان ظاہر ہو جائیں۔ صابر اور غیر صابر معلوم ہو جائیں۔ تیرا رب دانا' بینا ہے' خوب خوب جانتا ہے کہ مستحق نبوت کون ہے؟ جیسے فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ منصب رسالت کی اہلیت کس میں ہے؟ اسے اللہ ہی بخوبی جانتا ہے۔ اسی کو اس کا بھی علم ہے کہ مستحق ہدایت کون ہیں؟ اور کون نہیں؟ چونکہ اللہ کا ارادہ بندوں کا امتحان لینے کا ہے' اس لئے نبیوں کو عموماً معمولی حالت میں رکھتا ہے ورنہ اگر انہیں بکثرت دنیا دیتا تو ان کے مال کے لالچ میں بہت سے ان کے ساتھ ہو جاتے تو پھر سچے جھوٹے مل جاتے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خود تجھے اور تیری وجہ سے اور لوگوں کو آزمانے والا ہوں۔ مسند میں ہے' آپ فرماتے ہیں' اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے رہتے اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا۔ فَصَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

الحمدللہ!!! تفسیر محمدی کا اٹھارہواں پارہ پورا ہوا۔